ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء - عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

تار کا پتہ الفضل قادیان

# الفضل قادیان

ایڈیٹر - غلام نبی

The ALFAZL QADIAN

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳

نمبر ۷۹ | مورخہ ۳ر جنوری ۱۹۳۳ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۵ر رمضان ۱۳۵۱ھ | جلد ۲۰



## مدینۃ المسیح

جلسہ سالانہ کے ایام کی رپورٹ ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۲ء تک درج اخبار کی جا چکی ہے۔ اگرچہ ۲۸۔ دسمبر کی شب کو ہی گیارہ بجے کے قریب ایک سپیشل گاڑی مسافروں کو لے کر روانہ ہو گئی۔ اور ۲۹ر دسمبر کو تین سپیشل گاڑیاں روانہ ہوئیں۔ ان کے علاوہ عام ٹرینوں میں بھی بہت سی زائد بوگیاں لگا دی گئی تھیں۔ لیکن پھر بھی احباب کی ایک کثیر تعداد یہاں موجود رہی۔ اور اس کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو بھی بہت زیادہ مصروف رہنا پڑا۔ ۲۹۔ دسمبر کو صبح ساڑھے سات بجے سے شام کے ساڑھے سات بجے تک حضور احباب سے ملاقات فرماتے رہے۔ ۸۔ بجے شب تعلیم الاسلام ہائی سکول اولڈ بوائز کے ڈنر میں شامل ہوئے۔ اور وہاں ایک تقریر بھی کی۔ وہاں سے واپسی پر پھر ۱۰ر بجے تک ملاقاتیں کیں۔

## انصار اللہ کی کانفرنس

۳۰ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو نظارت دعوت و تبلیغ کے زیر اہتمام انصار اللہ کانفرنس کا انعقاد مسجد نور میں ہوا۔ جس میں تمام جماعتوں کے نائب مہتمان تبلیغ۔ انسپکٹران تبلیغ اور سکرٹریان تبلیغ شامل ہوئے ان کے علاوہ دیگر احباب بھی موجود تھے۔ ہر عہدہ دار تبلیغ کے کوٹ پر ایک بیج سبز رنگ کے کپڑے کا لگایا گیا تھا۔ جس پر اس کے عہدہ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ نیز ہر جماعت کے انصار اللہ کا علیحدہ جھنڈا موجود تھا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد نظم خوانی ہوئی۔ اور پھر جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوت و تبلیغ نے انصار اللہ کی سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ ازاں بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جو پونے گیارہ بجے تک احباب سے ملاقاتیں کرتے رہے۔ گیارہ بجے کے قریب اس کانفرنس میں تشریف لے گئے۔ اور تقریر فرمائی۔ جو ایک بجے ختم ہوئی۔ اور حضور گھر تشریف لے گئے۔

## نماز جمعہ

مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے نماز جمعہ مسجد نور میں پڑھی گئی۔ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا۔ وہاں سے واپسی پر حضور پھر عشاء کے وقت تک احباب سے ملاقاتیں کرتے رہے۔ ۳۱ر دسمبر کو بھی حضور کی مصروفیت صبح سے شام تک ملاقاتوں کی وجہ سے بہت زیادہ رہی۔

## رمضان المبارک

۳۰۔ دسمبر پہلا روزہ رکھا گیا۔ اور روزانہ ایک پارہ درس قرآن کا انتظام کیا گیا۔ پہلے دن مسجد نور میں درس ہوا۔ پھر مسجد اقصےٰ میں ہوتا ہے۔ جو مولوی جلال الدین صاحب شمس۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ اور مولوی غلام احمد صاحب مجاہد علی الترتیب دس دس پاروں کا دینگے۔ تراویح کی نماز مسجد مبارک میں سحری کے وقت حافظ محمد رمضان صاحب پڑھاتے ہیں مسجد اقصےٰ میں حافظ عبد المجید صاحب منصوری۔ مسجد دار الفضل میں حافظ قدرت اللہ صاحب۔ مسجد دار الرحمت میں حافظ مسعود احمد صاحب ابن بھائی محمود احمد صاحب اور مسجد نور میں حافظ بشیر احمد صاحب فیروز پوری پڑھاتے ہیں۔

## ہوائی جہاز کی آمد

۳۰۔ دسمبر چار بجے شام کے قریب مشہور ہندوستانی

ہواباز مسٹر چاولہ اپنے ہوائی جہاز پر لاہور سے آئے۔ اور سٹیشن کے پاس کھلے میدان میں اترے۔ چاولہ صاحب ۳۵ منٹ میں لاہور سے قادیان پہونچے:۔

## ہوائی جہاز کی پرواز

چاولہ صاحب نے درخواست کی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جہاز کو دیکھیں۔ حضور نے ۳۱ دسمبر جہاز دیکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ لیکن بے حد مصروفیت کے باعث حضور تشریف نہ لے جا سکے۔ اور یکم جنوری ۳۳ء کو گیارہ بجے کے قریب تشریف لے گئے۔ حضور کے تشریف لے جانے سے قبل عورتوں۔ مردوں کا بہت بڑا ہجوم سٹیشن کے پاس جمع ہو چکا تھا۔ اردگرد کے دیہات کے لوگ بھی بکثرت آئے ہوئے تھے۔ جہاز نے تین دفعہ پرواز کی۔ پہلی دفعہ اس میں حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ اور سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سوار ہوئے۔ اور تین ہزار فٹ کی بلندی پر ۱۳ منٹ میں نواح قادیان کا ۲۵ میل کا سفر کرنے کے بعد جہاز نیچے اترا۔ دوسری دفعہ حضرت میرزا شریف احمد صاحب اور سیدہ امۃ القیوم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے پرواز کی۔ اور قریباً پہلی دفعہ جتنی دیر کے بعد جہاز زمین پر واپس آیا۔ تیسری دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز معہ حضرت میرزا شریف احمد صاحب سوار ہوئے۔ اور جہاز اللہ اکبر کے نعروں میں زمین سے بلند ہوا۔ جہاز نے آدھ گھنٹہ کے قریب چار ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کی۔ دریائے بیاس تک چکر لگایا۔ اور پچاس میل فاصلہ طے کرنے کے بعد اللہ اکبر کے نعروں کے درمیان زمین پر اترا:۔

چاولہ صاحب اپنے فن میں ایک ماہر اور ہوشیار نوجوان ہیں۔ پہلی دفعہ ہوائی جہاز کا ان کے ذریعہ قادیان آنا۔ اور ان کے جہاز میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ اور حضور کے برادران گرامی قدر کا پہلی بار پرواز کرنا جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک خاص واقعہ شمار کیا جائے گا:۔

اس موقعہ پر یہ بھی ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ کئی [illegible] ۔ چاہتے تھے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جہاز میں سوار نہ ہوں۔ اور بعض اصحاب جنہیں اس تھوڑے وقت میں حضور کے قریب پہونچنے کا موقعہ ملا۔ انہوں نے اپنی اس خواہش کا اس طرح اظہار بھی کیا۔ کہ خلیفہ کی زندگی اتنی بیش قیمت ہے۔ کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ چونکہ ہوائی جہاز کی پرواز میں خطرات کا احتمال زیادہ ہے۔ اس لئے حضور اس پر سوار نہ ہوں۔ حضور نے اس مخلصانہ خواہش کو مسکراتے ہوئے سنا۔ اور ان کو تسلی دی۔ پھر پرواز کے دوران میں جب پہلی دو پروازوں کی نسبت زیادہ وقت گزرنے لگا اور جہاز بھی کہیں نظر نہ آتا تھا۔ تو گھبراہٹ اور اضطراب کا اظہار ہونے لگا۔ اور جب جہاز نظر آیا۔ تو لوگوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے:۔

# حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دو نظمیں

یہ نظم ۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی تقریر شروع ہونے سے قبل پڑھی گئی۔

---

## قطعہ

گو بحر گناہ میں بے بس ہو کر ۔۔۔ پیہم غوطے کھاتے جاؤ
دل مت چھوڑو پیارو اپنا ۔۔۔ سر لہروں پہ اٹھاتے جاؤ
جس ذات سے پالا پڑتا ہے ۔۔۔ وہ دل کو دیکھنے والی ہے
مایوس نہ ہو تم جب تک ڈوبو ۔۔۔ اُنس امید بڑھاتے جاؤ

## نظم

یا فاتح روحِ ناز ہو جا ۔۔۔ یا تو ہمہ تن نیاز ہو جا
خدمت میں ہی عشق کا مزا ہے ۔۔۔ محمود نہ بن ایاز ہو جا
کر خانۂ فکر کو مقفل ۔۔۔ ہاتھوں میں کسی کے ساز ہو جا
ہے جسر صراط پر ترا پاؤں ۔۔۔ وا دیدہ و گوش باز ہو جا
کوتاہ نگاہیاں یہ کب تک ۔۔۔ گیسو کی طرح دراز ہو جا
جا دھونی رما دے اس کے در پر ۔۔۔ انجام سے بے نیاز ہو جا
پیارے تجھے غیر سے ہے کیا کام ۔۔۔ آ میرے دل کا راز ہو جا

# انگلستان میں اشاعت اسلام

## نومسلموں کی تعلیم و تربیت

خدا تعالےٰ کا فضل و احسان ہے۔ کہ جس طرح دوسرے ممالک میں اسلام اور احمدیت کو قبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ اسی طرح اس ملک کے حالات کے ماتحت یہاں بھی اسلام کا پودا جو لگایا جا چکا ہے۔ وہ بڑھ رہا ہے۔ لنڈن مشن کی رپورٹوں سے اکثر احباب کو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ یہاں ہمارے ملک کی طرح جمعہ کو زیادہ اجتماع نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اتوار کو چونکہ عام تعطیل ہوتی ہے اس لئے اس دن ہمارے نومسلم دوست بکثرت آسکتے ہیں۔ اگرچہ جمعہ کو بھی جنہیں فرصت ہو۔ وہ آنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس ملک کی زندگی کے لحاظ سے بہت ہی کم لوگ ہیں جن کو اتوار کے سوا دوسرے دنوں میں فراغت ہو سکتی ہے۔ پھر آپ سمجھ سکتے ہیں۔ جن کو ہفتہ کے بعد ایک دن فرصت کا ملے۔ وہ اس دن کے لئے کیا کیا پروگرام بنائے رکھتے ہوں گے۔ لیکن باوجود اس کے یہاں کے نومسلم دوست خدا تعالےٰ کے فضل سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے خاص دلچسپی رکھتے۔ اور نہایت شوق و توجہ سے سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر اتوار کو قرآن مجید اور کسی نہ کسی اور کتاب کا بھی درس دیا جاتا ہے۔ اور پھر نمازیں وغیرہ ادا کرنے کے بعد مسلم مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو الگ الگ سبق پڑھائے جاتے ہیں۔ باوجودیکہ بعض کو عربی تلفظ وغیرہ میں سخت وقت پیش آتی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ کوشش کر کے نماز کی دعائیں اور قرآن مجید کی سورتیں سیکھ رہے ہیں

گو تمام انگریز نومسلموں سے عربی زبان میں تھوڑا بہت بھی سنکر قلوب پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ لیکن بعض تو اس قدر جلد جلد ترقی کر رہے ہیں۔ کہ ہمارے جن معزز ہندوستانی یا دوسرے مشرقی ممالک کے دوستوں کو ان کی تلاوت وغیرہ سننے کا موقعہ ملا۔ وہ نہ صرف فرط و نشاط کے جذبات سے لبریز ہوئے بلکہ بعض یہ اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے۔ کہ ہم جو پیدائشی مسلمان ہیں۔ ہمیں بھی قرآن مجید کی ادعیہ اور سورتیں ان کی طرح یاد نہیں۔ آج کل جو نومسلم احباب تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ان میں سے ۲۲ نماز کا سبق پڑھتے ہیں جن میں سے اکثر نماز کی ضروری دعائیں یاد کر چکے ہیں۔ اور ۵۔ ایسے ہیں۔ جو قرآن مجید کی کئی کئی سورتیں اور بعض لمبے رکوع حفظ کر چکے ہیں۔ اور مزید یاد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قرآن مجید اور یسرنا القرآن کے اسباق لینے والے آج کل نو اصحاب ہیں جن میں سے ایک صاحب قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔ آٹھ پارے ختم کر چکے ہیں اور قرآن مجید سے سبقاً سبقاً نہ پڑھے ہوئے حصہ کو بھی پڑھ سکتے ہیں۔ دو شخص یسرنا القرآن عنقریب ختم کر کے قرآن شریف شروع کرنے والے ہیں۔ اور باقی بھی کئی کئی صفحات پڑھ چکے ہیں:۔

یہی نہیں۔ کہ ہمارے نومسلم احباب۔ شوق اور دلچسپی سے دینی تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اتوار کو نہ آسکیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کسی عمدہ چیز کو ضائع کیا ہے۔ پس یہ خدا تعالےٰ کا خاص فضل ہے۔ کہ قرآن مجید کا درس دی[illegible]

# شرفائے لکھنؤ کی مولوی ظفر علی اور اسکے حامیوں سے بیزاری

چند دن ہوئے لکھنؤ میں سیرت النبیؐ کے نام سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس کی صدارت مولوی ظفر علی صاحب اڈیٹر زمیندار نے کی۔ اس جلسہ میں صدر اور بعض دوسرے لوگوں نے جماعت احمدیہ کے متعلق نہایت ہی غیر شریفانہ رویہ اختیار کر کے لکھنؤ کے نام کو بٹہ لگانے کی کوشش کی۔ لیکن خوشی کی بات ہے۔ کہ لکھنؤ کے شرفاء اور معززین میں اس جلسہ کے منعقد کرنے اور اس میں بدزبانی اور بدگوئی سے کام لینے والوں کے خلاف نفرت و حقارت کا پرزور جذبہ پیدا ہو گیا۔ اور انہوں نے معزز معاصرین اودھ اخبار و سرپنچ کے ذریعہ اس کا اظہار کیا۔ ذیل میں ان دونوں اخبارات کے نوٹ درج کرتے ہوئے ہم شرفاء لکھنؤ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے بدنامی کے اس داغ کو دور کر دیا۔ جو بعض لوگوں نے مولوی ظفر علی صاحب کی راہ نمائی میں لکھنؤ کے نام پر لگایا تھا۔

ایڈیٹ

## جلسہ جمعیۃ فاتح قادیان کے اثرات مابعد

معزز معاصر اودھ اخبار ۱۵ دسمبر نے لکھا۔

جمعیۃ فاتح قادیان کے زیر اہتمام جو جلسہ سیرت النبی صلعم بتاریخ ۱۱۔ دسمبر امین الدولہ پارک میں زیر صدارت مولانا ظفر علی خاں منعقد ہوا تھا اور جس میں جناب صدر نے سیرت النبی صلعم کے بحث پاک سے ہٹ کر احمدی جماعت اور امام جماعت احمدیہ کو اپنے ان حملوں کا تختہ بنایا تھا جو اس تبرک جلسے کے اعتبار سے کیا بلکہ ہر سنجیدہ اجتماع کے لئے افسوسناک تھے اسی جلسہ کی روداد کے مشتہر ہونے کے ساتھ ہی لکھنؤ کے تمام سنجیدہ طبقہ میں اظہار اختلاف کیا جا رہا ہے۔ اور جو واقعات وہاں رونما ہوئے ہیں ان پر بعض ان حضرات کو بھی انتہائی افسوس ہے جو داعیان جلسہ کی فہرست میں شامل تھے ہم ذیل میں چند حضرات کے وہ الفاظ پیش کرتے ہیں جو سیلم پور ہاؤس کے سبزہ زار پر اسی جلسہ کے متعلق سنے گئے۔

(۱) مولانا محمد شفیع صاحب فرنگی محلی نے فرمایا کہ سیرت النبی صلعم کے جلسہ میں رد قادیانیت کے مقصد کی تکمیل اس اعلان کے خلاف تھی جس پر ہم دستخط کنندگان سے دستخط لئے گئے۔

(۲) مسٹر عبدالرؤف عباسی ایڈیٹر حق نے فرمایا کہ جلسہ کے اعلان میں دھوکہ دے کر لوگوں سے دستخط لئے گئے ورنہ اگر لوگوں کو یہ بتا دیا جاتا کہ سیرۃ النبی صلعم کے جلسہ میں انجمن فاتح قادیان کے مقاصد کی تکمیل ہو گی تو شاید بہت کم لوگ دستخط کرتے۔

(۳) مسٹر ضیاء الدین کرمانی نے فرمایا کہ اس جلسہ میں جس غیر سنجیدگی کا ثبوت دیا گیا ہے وہ تمام مسلمانوں کے لئے شرمناک ہے

(۴) مسٹر نسیم انہونوی ایڈیٹر سرپنچ نے کہا کہ میں اس جلسہ میں باوجود قادیانی نہ ہونے کے مولانا ظفر علی خاں کی علاحدگی سے متنفر تقریر کے وقت ٹھہر نہ سکا۔

اس کے علاوہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اگر شیعہ علمائے کرام کو اس کا علم ہوتا کہ مولانا ظفر علی خاں اس جلسہ کی صدارت فرمائیں گے تو وہ ہرگز اشتراک عمل نہ کرتے۔

خود مولانا ظفر علی خاں سے آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے موقعہ پر لوگوں نے اپنے اختلاف کا اظہار کیا۔ بلکہ ایک صاحب نے تو کھلے اجلاس میں جبکہ مولانا یہ فرما رہے تھے کہ "میں تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر دیکھنا چاہتا ہوں"۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ "مولانا احمدی جماعت" اس پر مولانا نے نہایت جوش سے کہا کہ "ان کا کوئی سوال نہیں وہ مسلمان نہیں ہیں"۔ اس جواب کو پسند نہیں کیا گیا۔

(۵) مولانا سید ظفر الملک علوی نے فرمایا کہ مولانا ظفر علی خاں نے لکھنؤ میں وہ غیر لطیف الفاظ استعمال کئے جو کچھ پنجاب ہی کے لئے زیادہ موزون اور مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں ان الفاظ سے ایک بری مثال قائم ہو گئی۔

## جلسہ انجمن فاتح قادیان

لکھنؤ کی وہ انجمن فاتح قادیان جس نے قادیان کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ اور ضلع گورداسپور پنجاب کے اس قصبہ میں قدم بھی نہیں رکھا۔ اور فاتح قادیان بن بیٹھی دراصل مولانا ظفر علی خاں کے اخبار زمیندار کی وہ مجلسی شکل ہے جو رد قادیانیت کے پردے میں اپنے ذوق دشنام بازی کو پورا کرتا ہے اور اپنی پنجابیت کی داد خود دیتا ہے۔ لکھنؤ میں اس انجمن کے بانی حکیم وزیر حسن صاحب ہیں اس فاتح قادیان لشکر کی سپہ سالاری آپ ہی فرما رہے ہیں۔ گذشتہ ۱۱۔ دسمبر کو امین الدولہ پارک میں اسی انجمن کے زیر اہتمام جلسہ سیرۃ النبی صلعم منعقد کیا گیا۔ اور اس کی صدارت رد قادیانیت کے کمانڈر انچیف مولانا ظفر علی خاں نے ایک زریں چوغہ میں ملبوس ہو کر فرمائی۔ اس مبارک نام کے جلسہ میں کیا ہوا۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ہم پسینہ پسینہ ہو جاتے ہیں۔ جلسہ سیرت النبی صلعم منعقد کیا جا رہا ہے اور اس میں احمدی جماعت ہی کو نہیں مگر مغلظات سنائی جاتی ہیں اور صدر جلسہ نہایت اطمینان کے ساتھ گالم گلوچ پر اتر آتے ہیں۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے یہ اور بھی زیادہ افسوسناک تھا۔ یعنی ایک احمدی کے منہ پر ایک مسلمان تھوکتا ہے اور ایک مسلمان احمدی جماعت کے اشتہارات ایک شخص کے ہاتھ سے لیکر پھاڑ ڈالتا ہے۔ اور آگ لگا دیتا ہے۔ اگر جلسہ سیرت النبی اسی کا نام ہے تو ہم کو کہنے دیجئے کہ انجمن فاتح قادیان کو چاہئے تھا کہ خود احمدیوں سے درس قرآن کے اس جلسہ سیرت النبی صلعم کو پیش نظر رکھتے جس پر آپ نے پتھر برسائے جس پر آپ نے پکٹنگ بٹھائی۔ اور جس کو اس وقت بھی منتشر کرنے کی کوشش کی جبکہ تلاوت کلام پاک ہو رہی تھی۔ افسوس کہ رد قادیانیت کے مقصد کو تکمیل تک پہونچانے کے شوق میں مسلمان رد اسلام کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور ان کو ظفر علی خانی اتباع میں اس کا بھی ہوش نہیں رہا ہے کہ جو وار وہ کر رہے ہیں وہ دوسرے پر ہو رہا ہے۔ یا خود ان پر۔ دوسرے مذاہب کے افراد کی ہمدردی بتائیے کہ کس کے ساتھ ہوتی ہو گی۔ تھوکنے والے مسلمان کے ساتھ یا خاموشی کے ساتھ اس زیادتی کو برداشت کر لینے والے احمدی کے ساتھ۔ جلسہ پر پتھر برسانے والے مسلمانوں کے ساتھ یا بغیر جواب دئے جلسہ کو جاری رکھنے والے احمدیوں کے ساتھ۔ ہمارے خیال میں تو ان حالات کے بعد جمعیۃ فاتح قادیان کی فتح شکست کی صورت میں تبدیل ہو گی۔ (سرپنچ ۱۶ دسمبر)

## الفضل کے وی پی بھیجے جا رہے ہیں

جن خریداران الفضل نے باوجود تین مرتبہ اعلان کئے جانے کے اپنا چندہ سالانہ بر موقعہ جلسہ سالانہ ادا نہیں فرمایا۔

وہ مہربانی فرما کر نوٹ کر لیں۔ کہ اب ۹ جنوری کا الفضل ان کے نام وی پی ہو گا۔ جو امید ہے۔ وصول کر لیا جائے گا۔

(مینیجر الفضل)

# گول میز کانفرنس کے خاتمہ پر وزیر ہند کی تقریر

## اہم سیاسی مسائل پر تبصرہ

گول میز کانفرنس کے اختتام پذیر ہونے کے موقعہ پر سرسیموئل ہور وزیر ہند نے کہا کہ آج ہم اپنے گذشتہ کام کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پہلی گول میز کانفرنس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا۔ کہ ایک ایسی آل انڈیا فیڈریشن قائم کی جائے۔ جس میں تینوں جماعتوں کے حقوق محفوظ رہیں۔ آپ نے فرمایا میرا یقین ہے۔ کہ مؤرخ اس فیصلہ کو حکومت برطانیہ کی تاریخ میں ایک نئے باب کے اضافے سے تعبیر کریں گے۔ دوسری کانفرنس کا انعقاد بہت سی مشکلات کے درمیان ہوا تھا۔ اس موقعہ پر اقتصادی مشکلات رونما تھیں اور حکومت کی تبدیلی کے علاوہ عام انتخابات کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ تیسری مشکل فرقہ وارانہ مسئلہ کی صورت میں رونما تھی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ میں تعاون کے لئے خود بیتاب ہوں۔ میں گاندھی جی اور دوسرے سیاسی قیدیوں کی رہائی کے متعلق سرتیج بہادر سپرو کی درخواست پر غور کروں گا۔

### فیڈریشن کا آغاز

آپ نے کہا کہ اگرچہ فیڈریشن کے جاری کرنے کے سلسلہ میں کسی قطعی تاریخ کا بتلانا بیحد مشکل ہے تاہم حکومت حتی المقدور کوشش کرے گی۔ کہ جہاں تک ہو سکے تمام مشکلات جلد از جلد دور ہو جائیں۔ فیڈرل مالیات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا۔ کہ یہ مسئلہ نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ ہم ایسے وقت میں اس معاملہ پر بحث کرتے رہے ہیں۔ جبکہ دنیا میں کوئی ایسی حکومت باقی نہیں ہے۔ جس کے پاس اس کی ضرورتوں کے مطابق رقم ہو۔ تاہم میرا خیال ہے کہ ہم نے اس معاملہ میں کافی ترقی کی ہے۔ مجھے اقرار ہے کہ اب تک ایسے اختلافات موجود ہیں۔ جو فیصلہ طلب ہیں۔

### مسلمانوں کی نمائندگی

مرکز میں مختلف جماعتوں کی نمائندگی کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے کہا۔ کہ حکومت کا خیال ہے۔ کہ جہاں تک برطانوی ہند کا تعلق ہے مسلمانوں کو مرکز میں ۳۳ ۱/۳ فیصدی نمائندگی ملنی چاہیئے جہاں تک ہندوستانی ہندوستان کا تعلق ہے متعلقہ جماعتوں اور والیان ریاست کے درمیان تصفیہ ہونا چاہیئے۔ جس حد تک اس مسئلہ سے حکومت برطانیہ کا تعلق ہے۔ ہم نشستوں کی آئندہ تقسیم کے معاملہ میں ہر وقت آسانی بہم پہنچانے کے لئے تیار ہیں۔ فیڈریشن کی راہ میں مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے وزیر ہند نے فرمایا کہ میں سرتیج بہادر سے جو کچھ کہہ سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ فیڈریشن کی راہ سے ہم ہر قسم کی مشکلات کو دور کر دینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہم ایسی کوئی صوبہ وار خود مختاری جاری نہیں کرنا چاہتے۔ جس کے بعد مستقبل میں فیڈریشن محض اتفاقی طور پر بروئے کار آئے میں نہ صرف حکومت برطانیہ ہی نہیں بلکہ پورے برطانوی وفد کی طرف سے بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت سے لے کر مسودہ قانون کے منظور ہونے کے وقت تک جو مشکلات فیڈریشن کے جلد از جلد بننے کی راہ میں درپیش ہوں گی انہیں ہم دور کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔

### تحفظات کا سوال

تحفظات کا ذکر کرتے ہوئے وزیر ہند نے کہا کہ تحفظات سے مراد یہ نہیں ہے۔ کہ وہ ذمہ دارانہ قوت کے منتقل ہونے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کریں۔ اور نہ ان سے مراد یہ ہے کہ ہندوستانی وفاقی وزیر کے روزانہ کاموں میں مزاحمت پیدا کی جائے۔ گذشتہ مہینوں میں حکومت برطانیہ نے اس حقیقت کو پوری طرح تسلیم کر لیا ہے کہ جب تک مالی ذمہ داری کو مؤثر طریقہ پر منتقل کرنے کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔ اس وقت تک ذمہ داری کی سپردگی کا کام مکمل نہ ہوگا۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ یہ حقائق ہیں جن کا ہم مالی تحفظات کی کمیٹی میں مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ حکومت برطانیہ برطانوی وفد اور کانفرنس کے مختلف طبقے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگر ہم بیرونی دنیا کا اعتماد قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ مستقبل میں فیڈرل حکومت کے لئے معقول شرائط پر روپیہ لینا ممکن ہو جائے تو یہ تحفظات بیحد ضروری ہیں۔

### ریزرو بنک

ریزرو بنک کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے کہا کہ اگر ہندوستان کا اعتبار اور ساکھ قائم رکھنا منظور ہے۔ تو ایک ریزرو بنک کا قیام نہایت ضروری ہے۔ آگے چل کر آپ نے کہا کہ ہم تمام لوگ جس قسم کا ریزرو بنک قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کب بروئے کار آئے گا۔ یہ کہنا فی الحال ناممکن ہے۔ البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس قسم کا ایک ریزرو بنک قائم کرنے اور اسے مؤثر طریقہ سے عملی صورت میں لانے کے لئے ہمارے امکان میں جو کچھ ہوگا وہ کرنے سے ہم دریغ نہ کریں گے۔

### حفاظت کا مسئلہ

دفاع (ڈیفنس) کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے کہا کہ اس مسئلہ پر سب سے پہلے پوری کانفرنس میں بحث ہوئی تھی۔ اور وہاں اتفاق کیا گیا تھا۔ کہ جب تک مسئلہ "دفاع" ہندوستانی جماعتوں کے ہاتھوں میں نہیں چلا جاتا۔ اس وقت تک اس کی پوری ذمہ داری تاج کے سپرد ہوگی۔ آگے چل کر آپ نے سرتیج بہادر سپرو اور ان کے رفقاء کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ بطور مثال ہندوستانی سرحد کی حفاظت کا مسئلہ لیا جائے فی الحقیقت اس کی ذمہ داری تاج پر عائد ہوتی ہے۔ اور تاج کی یہ ذمہ داری علیٰ حالہ قائم رہیگی۔ اس سلسلہ میں آگے چل کر آپ نے کہا کہ اگرچہ مسئلہ دفاع کی پوری ذمہ داری گورنر جنرل و تاج پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود عملی طور پر اس معاملہ میں حکومت کے دونوں حصوں میں پورا پورا اتحاد ہوگا۔ تقریر ختم کرتے ہوئے آپ نے کہا۔ مجھے یقین ہے۔ کہ ہم پارلیمنٹ کی عدالت عالیہ کے سامنے ایک ایسی سکیم پیش کر سکیں گے۔ کہ اس سے ہندوستانی و برطانوی تدبر و دانش کا اظہار ہو سکے گا۔

# مسلمانوں کے دو نہایت اہم سیاسی مطالبات کی منظوری

تیسری گول میز کانفرنس کے سلسلہ میں جو تازہ اطلاعات لنڈن سے موصول ہوئی ہیں۔ ان میں سے یہ بات نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ سنی جائیگی۔ کہ وزیر ہند نے سندھ کو علیحدہ صوبہ بنانے اور مرکز میں مسلمانوں کو ۳۳ ۱/۳ نیابت دینے کی منظوری کا صاف الفاظ میں اعلان کر دیا ہے۔ یہ مسلمانوں کے نہایت اہم مطالبات تھے۔ جن کے خلاف ہندوؤں نے اور ان ہندوؤں نے جو مکمل آزادی حاصل کرنے کے مدعی ہیں۔ ناخنوں تک کا زور لگایا۔ لیکن گول میز کانفرنس کے مسلمان نمائندوں اور خاص کر چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے اپنی زوردار تقریروں میں حکومت برطانیہ پر واضح کر دیا۔ کہ حق و انصاف کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ان مطالبات کو منظور کر لیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

امید ہے۔ وزیر ہند نے ان مطالبات کی منظوری کا اعلان کرتے ہوئے جس تدبر اور دانشمندی کا اظہار کیا ہے۔ بقیہ امور اور خاص کر صوبوں کی آزادی کے متعلق بھی اسی سے کام لیا جائیگا۔

# ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

**عیسائیوں کی مکتی فوج** کے ہیڈ جرنیل گمن نے جو حال میں مدراس میں آئے ہیں۔ ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہندوستانی فوج میں ۰ ۵ ہزار آدمی کام کر رہے ہیں۔

**بین الاقوامی لیبر آفس** نے بیکاری کو کم کرنے کے لئے دنیا کی تمام حکومتوں کو ایک مکتوب ارسال کیا ہے۔ جس میں یہ اندازہ لگایا گیا ہے۔ کہ دنیا کے بیکاروں کی کم از کم تعداد تیس کروڑ ہے۔

**کرنل مقبول حسن صاحب** وزیر بہاولپور نے اس خبر کی تردید کردی ہے۔ کہ نواب صاحب بہاولپور ایک اطالوی لڑکی سے شادی کرنے والے ہیں۔

**تخت طاؤس** کے متعلق اخبار ڈیلی ہیرلڈ کا بیان ہے کہ شاہ ایران اسے فروخت کرنیکی کوشش کر رہے ہیں۔

**اوٹاوا ایکٹ** کا گزٹ میں اعلان ہو گیا ہے۔ اس کے ماتحت نئے محصولات یکم جنوری ۱۹۳۳ء سے جاری کر دئے جائینگے

**وزیر ہند** نے اعلان کیا ہے۔ کہ چونکہ اسمبلی اور صوبجاتی کونسلوں نے ایسے اختیارات سے لینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ جن سے بدامنی کے امکانات رک سکیں۔ اس لئے نئے سال کے آغاز سے آرڈی نینسوں کی ضرورت نہ رہے گی۔

**تنخواہوں کی تخفیف** کے متعلق حکومت ہند غور کر رہی ہے۔ تجویز ہے۔ کہ نئے سال میں دس فیصدی کی بجائے ۵ فیصدی تخفیف کر دی جائے۔

**تیسری گول میز کانفرنس** کا آخری اجلاس ۲۵ دسمبر دارالامراء کے شاہی توشہ خانہ میں منعقد ہوا۔ سر سیمویل ہور وزیر ہند نے تقریر کرتے ہوئے کانفرنس کی کارگذاریوں پر تبصرہ کیا۔ اور کہا ہم سر سپرو کی اس استدعا پر غور کرینگے کہ مسٹر گاندھی اور دیگر اسیران سیاسی کو رہا کر دیا جائے۔ آخر میں یہ بھی اعلان کیا کہ برٹش گورنمنٹ نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ سندھ اور اڑیسہ دونوں علیحدہ صوبے ہونگے۔ علاوہ ازیں اس امر کا بھی فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کو ۱/۳ ۳۳ نیابت دی جائیگی۔

**آل انڈیا مسلم کانفرنس** کا اجلاس کلکتہ ۲۸ دسمبر مسٹر عبداللہ یوسف علی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا مختلف قراردادیں منظور ہوئیں۔ جن میں سے ایک میں الہ آباد کی تجاویز اتحاد کی مذمت کی گئی اور اعلان کیا گیا۔ کہ یہ تجاویز مسلمانوں کے نزدیک ناقابل قبول ہیں۔ نیز سندھ اور اڑیسہ کو علیحدہ کرنے کے اعلان کا خیر مقدم کیا گیا۔ جمعیتہ العلماء ہند کانپور کے اجلاس کلکتہ نے بھی تصفیہ الہ آباد کو مسترد کر دیا ہے۔

**رائل جغرافیکل سوسائٹی اٹلی** کے تقریباً نوے ارکان ۲۸ دسمبر دہلی پہنچے۔ یہ لوگ تمام ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں۔ ان میں اطالوی دفتر خارجہ کے نائب معتمد بھی شامل ہیں اس جماعت کے ارکان نے ایک ملاقات کے دوران میں کہا کہ ہندوستان میں ہمارے دورے کا مطلب خالص تمدنی ہے۔ ہم ملک کی اقتصادی حالت کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جماعت بنارس آگرہ کلکتہ اور مدراس کا دورہ کرتے ہوئے کولمبو جائیگی۔ اور وہاں سے اطالیہ روانہ ہو جائیگی۔

**جمعیت اقوام** کی سکرٹریٹ کو چینی نمائندہ نے ۲۷ دسمبر جنیوا میں ایک پیغام پیش کرتے ہوئے کہا کہ جمعیت اقوام جاپان پر زور دے کہ کھوئے ہوئے چینی علاقہ کو بحال کرد اگر ایسا نہ کیا گیا تو حکومت چین زندگی اور موت کی جدوجہد میں اپنے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کرے گی۔

**پنجاب یونیورسٹی** کنووکیشن کا ایک خاص اجلاس ۱۴ جنوری کو منعقد ہوگا۔ اس موقعہ پر ہز ایکسی لنسی سر جافری ڈی مونٹ مارنسی کو ڈاکٹر آف لاء کی اعزازی ڈگری دیجائیگی

**ضلع حصار** میں سخت قحط رونما ہے۔ قحط زدہ لوگوں کی امداد کے لئے حکومت نے بیس ہزار روپے کی رقم صاحب ڈپٹی کمشنر کے حوالے کی اگر مزید امداد کی ضرورت ہوئی تو اور تدابیر بھی اختیار کی جائیں گی۔

**ورن آشرم کانفرنس** کا ایک اجلاس ۲۸ دسمبر چیگھاٹ (مدراس) میں منعقد ہوا۔ جس میں مندروں میں اچھوتوں کے داخلہ کے متعلق متعدد قراردادیں منظور کی گئیں ایک میں یہ طے پایا کہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے مندروں میں خواہ وہ گورو دیور کا مندر ہو یا کوئی اور۔ اچھوتوں کو کسی صورت اور کسی قیمت پر بھی داخلہ کی اجازت نہ دی جائے۔

**پنجاب** میں ۱۹۳۱ء میں خودکشی کی وارداتوں سے ۲۷۲ موتیں واقعہ ہوئی ہیں جن میں سے ۱۳۷ مرد تھے اور ۱۳۵ عورتیں دیہاتی علاقوں میں ۱۲۸ عورتوں اور ۱۰۵ مردوں نے خودکشی کی۔ اور شہری علاقہ میں ۳۲ نے خودکشی کی جن میں سے سات عورتیں تھیں۔

**ہز ہائنس میر علی نواز خاں** والئی خیرپور کی صدارت میں ۲۷ دسمبر جیکب آباد میں آل انڈیا بلوچ کانفرنس کا جلسہ ہوا صدارتی تقریر میں آپ نے بلوچ قوم کو تنظیم کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ بغیر تنظیم کسی قسم کی ترقی نہیں کی جاسکتی۔

**پیرو واجیل** میں پنڈتوں اور شاستریوں کی جو کانفرنس اس غرض کے لئے منعقد ہونے والی ہے کہ آیا شاستروں کے رو سے چھوت چھات جائز ہے یا نہیں۔ اس سلسلہ میں گاندھی جی نے پنڈتوں سے بعض سوالات کئے ہیں۔ جن میں سے دو نہایت دلچسپ ہیں۔ اول یہ کہ شاستر کیا چیز ہے اور دوسرا یہ کہ شاستروں کی حقانیت کا ثبوت کیا ہے

**کلکتہ گزٹ** میں مشتہر کیا گیا ہے کہ گورنر جنرل نے بنگال پبلک سیفٹی ایکٹ آف ۱۹۳۲ء کے متعلق منظوری دیدی ہے۔ یہ بل ۲۸ دسمبر سے نافذ ہو گیا ہے۔

**گاندھی جی** نے ۳۰ دسمبر کو ایک بیان میں اپنا برت ملتوی کرنے کا اعلان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ گورو دیور مندر میں داخلہ کے متعلق جو ووٹ لئے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۶ فیصدی اشخاص مندروں میں داخلہ کے حق میں ہیں۔ اب اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ مندروں میں اچھوتوں کے داخلہ کے متعلق مسٹر سبرائن مدراس کونسل میں جو بل پیش کرنا چاہتے ہیں اس پر وائسرائے کی منظوری ۱۵ جنوری سے پہلے حاصل نہیں ہو سکے گی۔ میں اپنے برت کو غیر معین عرصہ تک یا کم از کم اس بل کے متعلق وائسرائے کے فیصلے تک ملتوی کرتا ہوں۔

**گورنمنٹ آف انڈیا** اس سوال پر غور کر رہی ہے۔ کہ تمباکو اور سگرٹ کو آمدنی کا ذریعہ بنایا جائے۔ فی الحال دو طریق زیر غور ہیں۔ اول یہ کہ سگرٹ کمپنیوں پر ٹیکس عائد کر دیا جائے۔ دوسرا یہ کہ جو لوگ سگرٹ یا تمباکو پیتے ہیں ان کی فہرستیں بنائی جائیں۔ اور ان سے ٹیکس وصول کیا جائے۔

**گاندھی جی کی رہائی** کے متعلق ۳۰ دسمبر کی اطلاع ہے کہ لنڈن کے اخبارات میں گاندھی جی اور دوسرے قیدیوں کی رہائی کے متعلق جو امید ظاہر کی گئی ہے وہ محض غلط ہے۔ سرکاری حلقوں کا بیان ہے کہ اس ضمن میں حکومت ہند کے رویہ میں کوئی تبدیلی واقعہ نہیں ہوئی اس خبر کی بھی تصدیق نہیں ہوئی کہ لارڈ ولنگڈن مستعفی ہونے والے ہیں۔ یا آئندہ موسم بہار میں رخصت پر جائیں گے۔

**اقتصادی تباہی** کا اثر دنیا میں یہاں تک بڑھ گیا کہ پیرس کی اطلاع ہے۔ ہر سال جو نوبل پرائز دیا جاتا تھا اس کے متعلق فیصلہ کیا گیا ہے کہ امسال یہ انعام کسی کو نہ دیا جائے۔



عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر: غلام نبی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۷۹ | قادیان دارالامان مورخہ ۳ جنوری سنہ ۱۹۳۳ء | جلد ۲۰

# جلسہ سالانہ ۱۹۳۲ء کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی تقریر

## اہم اور ضروری امور کے متعلق ارشادات

۲۷ دسمبر ۱۹۳۲ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جو تقریر فرمائی۔ اس میں چونکہ حضور نے اہم وقتی امور کا ذکر فرمایا۔ اور جماعت کو ضروری ہدایات دیں۔ اس لئے انشاء اللہ یہ تقریر مکمل طور پر چند اقساط میں شائع کر دی جائے گی۔ تاکہ جماعت جلد سے جلد ان امور سے آگاہ ہو سکے۔ ذیل میں اس تقریر کی پہلی قسط درج کی جاتی ہے۔ (ایڈیٹر)

### عورتوں کے لئے ناکافی جلسہ گاہ

فرمایا۔ آج میرا گلا قریباً پہلے ہی دن بیٹھ گیا ہے۔ کیونکہ ہمارے منتظمین نے عورتوں کی جلسہ گاہ اس دفعہ بڑھائی نہیں تھی۔ اور جس قدر خواتین آئیں۔ ان کی تعداد گذشتہ سال کی نسبت قریباً ڈیوڑھی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب میں تقریر کرنے کے لئے جلسہ گاہ میں پہونچا۔ تو اس میں تل دھرنے کی بھی جگہ باقی نہ تھی۔ اور سینکڑوں عورتیں باہر کھڑی تھیں۔ میں نے بہت کوشش کی۔ کہ کسی طرح خواتین سمٹ کر بیٹھ جائیں۔ تاکہ باقی خواتین کے لئے جگہ نکل سکے۔ مگر تمام کوشش کرنے کے باوجود اتنی جگہ نہ نکل سکی۔ کہ سب خواتین سما سکیں۔ اور سینکڑوں ہی باہر کھڑی رہیں۔ حالانکہ ارد گرد کے مکانات کی چھتیں بھی عورتوں سے پُر ہو چکی تھیں۔ آخر آدھ گھنٹہ کی جدوجہد کے بعد میں نے سوچا۔ اب ایک ہی تجویز ہے جس پر عمل کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ قادیان کی جتنی خواتین ہیں۔ وہ جلسہ سے چلی جائیں۔ اور اپنی جگہ باہر سے آنے والی خواتین کو دے دیں۔ اس پر قادیان کی عورتوں کو جن کی تعداد کئی سو تھی۔ جلسہ گاہ سے نکال کر مہمان خواتین کو جگہ دی گئی۔ تب بھی خواتین بمشکل سما سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس افراتفری میں بہت شور پڑ گیا۔ عورتیں باوجود سمجھانے کے بچوں کو ساتھ لے آتی ہیں۔ اور مہمان عورتوں کے لئے مشکل بھی ہے۔ کہ اپنے بچوں کو کہاں چھوڑیں۔ اس لئے انہیں ساتھ لانے ہی پڑتے ہیں۔ جب عورتیں جلسہ گاہ میں جگہ کی گنجائش نکالنے کے لئے کھڑی ہوئیں۔ تو بچے رونے لگ گئے۔ ان کے ساتھ عورتوں کے چیخنے۔ چلانے کا شور بھی مل گیا۔ اور پھر یہ شور بند نہ ہوا۔ اس وجہ سے تقریر کرتے ہوئے مجھے بھی بہت چیخنا پڑا۔ اس لئے بجائے اس کے کہ کل میرے گلے پر اثر پڑتا میں آج ہی ماؤف گلے کے ساتھ یہاں آیا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ منتظمین جلسہ آئندہ انتظامات کے سلسلہ میں عورتوں کو بھی مدنظر رکھا کریں گے۔ اور انہیں اس طرح نظر تغافل نہ کر دیا کریں گے۔ تاکہ اس قسم کی مشکلات ان کی جلسہ گاہ کے متعلق پیش نہ آئیں۔

یاد رکھنا چاہئیے۔ جب تک

### عورتوں میں بیداری

نہ پیدا ہو۔ اس وقت تک مردوں کے لئے ترقی کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ عورتوں کا ایمان بہت مستقل ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے عورت کو اتنا فکر نہیں دیا۔ جتنے جذبات دیئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ ایمان تو بڑھیا کا سا ہونا چاہئیے۔ سارا دن دلائل دیتے رہو۔ سب کچھ سن سنا کر کہدے گی کہ بات ٹھیک ہے۔ جو میں مانتی ہوں۔ مومن کو بڑھیا کی طرح تو نہیں ہونا چاہئیے۔ کہ کوئی بات تسلیم ہی نہ کرے۔ لیکن اس کا ایمان ایسا ہونا چاہئیے۔ کہ کوئی چیز اسے ہلا نہ سکے۔ غرض عورتوں کا ایمان قابل تعریف ہوتا ہے۔ ان میں جہالت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ مگر ایمان میں بھی بہت پختہ ہوتی ہیں۔ میں نے کئی بار سنایا ہے۔ میراثی قوم کی ایک عورت تھی۔ جو گانے بجانے کا کام کرتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں وہ یہاں اپنے لڑکے کو لائی۔ جو عیسائی ہو گیا تھا۔ اور گفتگو میں مولویوں کے مونہہ بند کر دیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے نصیحت کی۔ مگر وہ بھی کچھ ایسا پکا تھا۔ کہ ایک دن موقعہ پاکر باوجود یکہ مسلول تھا۔ رات کو بھاگ گیا۔ جب اس کی ماں کو پتہ لگا۔ تو اس کے پیچھے گئی۔ اور بٹالہ سے پکڑ کر پھر لے آئی۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رو رو کر کہتی۔ کہ ایک بار اسے کلمہ پڑھا دیں۔ پھر خواہ مر ہی جائے۔ آخر خدا تعالےٰ نے اس کی زاری کو قبول کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس کا لڑکا مسلمان ہو گیا۔ اور پھر مر گیا۔

تو اللہ تعالےٰ نے عورتوں کا طبقہ یونہی نہیں بنایا۔ جہاں فکر جرأت۔ اور بہادری کا تعلق مرد کے دماغ سے ہے۔ وہاں صبر و استقلال کا تعلق عورت کے دماغ سے ہے۔ یہی دیکھ لو کتنے صبر و استقلال سے عورت بچے پالتی ہے۔ مرد تو اس طرح کر کے دکھائے۔ بچے ذرا شور ڈالیں۔ تو مرد چیخ اٹھتا ہے۔ کہ کام خراب ہو رہا ہے۔ بچوں کو رد کو۔ مگر عورت رات دن سنتی ہے۔ اور اس شور سے لذت حاصل کرتی ہے۔ غرض عورتیں مردوں کی تکمیل کا جزو ہیں۔ بغیر ان کی تربیت کے سچائی قائم نہیں ہو سکتی۔ اولاد کی تربیت بھی ان کے ذمہ ہوتی ہے۔ اگر ان کی اپنی تربیت ہی نہ ہو۔ تو اولاد کی کیا کر سکیں گی۔ ان کیلئے جلسہ گاہ کو بھی ہر سال وسیع کیا جایا کرے۔

### لاؤڈ سپیکر کی ضرورت

اس کے ساتھ ہی ان کے لئے لاؤڈ سپیکر ضروری ہے کیونکہ ان کے ساتھ بچے ہوتے ہیں۔ جو شور مچاتے ہیں۔ اس قدر مرد جو یہاں بیٹھے ہیں۔ ان سے نصف تعداد کی عورتوں کے لئے لاؤڈ سپیکر چاہئیے۔ عورتوں کی تعداد مردوں کی نسبت نصف ہوگی۔ مگر میں تقریر کرتے ہوئے جدھر سے منہ پھیرتا۔ ادھر سے ہی کہنے لگ جاتیں۔ کچھ سنائی نہیں دیتا۔ حالانکہ میں پورے زور سے گلا پھاڑ پھاڑ کر بول رہا تھا۔ تو عورتوں کے لئے لاؤڈ سپیکر کی جلد ضرورت ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ وہ مردوں سے جلد اس کے لئے چندہ جمع کر دیں گی۔ مردوں کے لئے بھی لاؤڈ سپیکر کی ضرورت ہے۔ بہت سے لیکچرار اس لئے جلسہ میں لیکچر دینے کے لئے مقرر نہیں کئے جاتے۔ کہ ان کی آواز سارے مجمع میں نہ پہنچ سکے گی۔ اگر لاؤڈ سپیکر کا انتظام ہو جائے۔ تو ان کو بھی لیکچر دینے کا موقع دیا جا سکتا ہے۔

### سفارشات

میں لیکچر شروع کرنے سے پہلے کچھ سفارشات کرنا چاہتا ہوں جو میں مَن یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّکُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا کے ماتحت ہمیشہ کیا کرتا ہوں

#### پہلی سفارش

پہلی سفارش تو ایک صاحب کے متعلق ہے۔ جن کا بھتیجا گم ہو گیا ہے

وُہ دوست جموں کے رہنے والے ہیں۔ اور گمشدہ لڑکے کا نام عبدالکریم ہے۔ وُہ دوست غریب آدمی ہیں۔ وُہ لڑکے کی زیادہ تصاویر نہیں چھپوا سکتے۔ ایک تصویر انہوں نے دی ہے۔ جس کے متعلق میں انتظام کر دونگا۔ کہ جو دوست ملاقات کے لئے آئیں۔ ان کو دکھاتے جائیں۔ اور کمروں میں بھی دکھا دی جائے۔ تصویر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لڑکے کے چہرے کے نقوش ایسے ہیں۔ کہ ان سے جلد شناخت کیا جا سکتا ہے۔ دوست خیال رکھیں اگر اس شکل و شباہت کا لڑکا انہیں کہیں ملے۔ تو وُہ قادیان میں اطلاع دیں۔ یہاں سے لڑکے کے رشتہ داروں کو اطلاع دے دی جائیگی۔

## دوسری سفارش

دُوسری سفارش میں سید دلاور شاہ صاحب کے متعلق کرنا چاہتا ہوں۔ وُہ جو کام پہلے کرتے تھے۔ اس میں بعض وجوہات کے باعث نقص پیدا ہو گیا ہے۔ یعنی پریس وغیرہ کی دقتیں درپیش ہیں۔ انہوں نے کتب خانہ جاری کیا ہے۔ اور وُہ خواہش کرتے ہیں۔ کہ جو دوست کتابیں منگانا چاہیں وُہ ان سے منگایا کریں۔ اور جو کتابیں ان کے پاس موجود ہیں۔ وُہ خرید کر ان کی مدد کریں۔ منیجر اسلامیہ پریس بک ڈپو لاہور ان کا پتہ ہے ان کے پاس سلسلہ سے تعلق رکھنے والی کتابیں بھی ہیں۔ مثلاً مباحثہ لاہور جو مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے کیا تھا۔ عام طور پر لوگ مولوی صاحب کا کلام پسند کرتے ہیں۔ وُہ خریدیں۔ دوسری کتاب "تحقیق واقعاتِ کربلا" ہے۔ جو ہمارے دوست اور میرے استاد منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی نے لکھی ہے۔ اور بہت اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔ خادم صاحب کا طرز تحریر ایسا ہے۔ کہ شیعہ کبھی یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ انہوں نے سخت لکھا۔ بلکہ اعتراف کرتے ہیں۔ کہ ان کا کلام بہت نرم اور میٹھا ہوتا ہے۔ وُہ جو کچھ لکھتے ہیں۔ احمدیت کی روشنی میں لکھتے ہیں۔ اور خوب لکھتے ہیں۔ جو دوست سید دلاور شاہ صاحب کی کتابیں خریدنا چاہیں۔ وُہ ان سے لاہور کے پتہ سے منگا لیں۔

## تیسری سفارش

تیسری سفارش سلسلہ کی ان کتب کے متعلق کی جاتی ہے۔ جو اس سال نئی شائع ہوئیں۔ یا دوبارہ شائع ہوئیں۔ مسئلہ کشمیر، ہندو راج کے منصوبے، مقدمہ بہاولپور، بیان وغیرہ بک ڈپو نے شائع کی ہیں۔ اور منشی فخر الدین صاحب نے مترجم قرآن، درس القرآن حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور بعض اور کتابیں شائع کی ہیں۔ اسی طرح دوسرے کتب فروشوں کی کتابیں ہیں۔ ہماری جماعت خدا کے فضل سے علمی جماعت ہے۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ کتب شائع کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کیا کریں۔ تاکہ وُہ جلدی جلدی اور کتب شائع کرتے رہیں۔

اس سال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو کتابیں تحفہ گولڑویہ۔ اور کتاب البریہ بھی شائع ہوئی ہیں۔ ان کے متعلق تو مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے متعلق سفارش کرنا ایک قسم کی ہتک ہے اس لئے ان کے متعلق تو میں سفارش کا لفظ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں احباب کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ یہ کتابیں جو نایاب تھیں۔ دوبارہ چھپ گئی ہیں۔ احباب ان سے فائدہ اٹھائیں۔

## چوتھی سفارش

چوتھی سفارش سید ممتاز علی صاحب مالک اخبار تہذیب النسوان لاہور کی ایک کتاب مضامین قرآن کے متعلق ہے۔ سید صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب لاہور گئے۔ تو اس کتاب کا مسودہ منگا کر اس کے ذریعہ بعض حوالے نکالے تھے۔ میں سمجھتا ہوں۔ یہ بات صحیح ہوگی۔ اور اس طرح کتاب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت بھی حاصل ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ اس قسم کی پہلی کتابوں سے یہ بہتر کتاب ہے۔ مختلف مضامین کی آیتیں اس کے ذریعہ باسانی نکالی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ ہر مضمون کے متعلق آیات یکجا کر دی گئی ہیں۔ اس کتاب سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس وقت تک اس کی چند جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ جو بہت خوشخط اور عمدہ ہیں۔

## پانچویں سفارش

پانچویں سفارش اخبار ایسٹرن ٹائمز کے متعلق ہے۔ میں نے گزشتہ سال کے جلسہ کے موقعہ پر بھی اس کی طرف توجہ دلائی تھی۔ مسلمانوں کو اپنے انگریزی پریس کو مضبوط کرنے کی بے حد ضرورت ہے۔ مگر مسلمانوں کی بے توجہی سے مسلم آؤٹ لک تو بند ہو گیا۔ اب ایسٹرن ٹائمز جاری ہے مگر اس کی بھی وہی حالت ہے۔ افسوس ہے۔ مسلمانوں نے ابھی تک یہ بات محسوس نہیں کی۔ کہ علمی طور پر بھی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہندوؤں کے متعلق میں نے دیکھا ہے۔ ان کے اخبارات کو سمجھنے کے لئے خاص ہی دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کبھی مجھے "ملاپ" یا "پرتاپ" دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا۔ بعض اوقات ایک فقرہ کو سمجھنے کے لئے کئی کئی منٹ لگتے ہیں۔ پھر جتنی کتابت وغیرہ کی غلطیاں ان اخباروں کے ایک ایک پرچہ میں ہوتی ہیں۔ اتنی مسلمان اخبار[illegible] مہینہ کے پرچوں میں بھی نہیں ہوتیں۔ مگر باوجود اس کے ہر ہندو کو دیکھو۔ اس کے ہاتھ میں "ملاپ" یا "پرتاپ" یا کوئی اور ہندو اخبار ہوگا۔ ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی یہ حالت ہے۔ کہ ابتدا میں ہی تکمیل چاہتے ہیں۔ اور جب تک ان کے نزدیک کوئی کام مکمل نہ ہو۔ اس کی طرف متوجہ ہونا ضروری نہیں سمجھتے۔ میں نے اپنی جماعت میں بھی دیکھا ہے۔ کوئی کام سپرد کرو۔ جب اس کے متعلق پوچھا جائے۔ تو یہی کہا جاتا ہے۔ کہ ابھی مکمل نہیں ہوا۔ حالانکہ انسانی کام کبھی مکمل نہیں ہو سکتے۔ حتیٰ کہ جس بات کو مکمل سمجھ لیا جائے۔ وُہ بھی مکمل نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ میں نے دُعا قبول ہونے کے طریق کے متعلق خطبے پڑھے۔ جب میں آخری خطبہ پڑھ کر آیا۔ تو خیال پیدا ہوا۔ کہ شائد اب کوئی طریق باقی نہیں رہ گیا۔ اس دن میں نے گھر آکر سنتیں پڑھیں۔ سنتیں پڑھتے ہوئے قرأت پڑھ کر جب میں رکوع میں گیا۔ تو اتنے سے قلیل وقت میں دو نئے طریق مجھے معلوم ہوئے اس پر مجھے بہت شرم آئی۔ کہ میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ تمام طریق ختم ہو گئے بدظنی سے کام لیا۔ مجھے ایک سیکنڈ میں دو زبردست طریق بتا دیئے گئے۔

مسلمانوں میں تکمیل کا غلط خیال پایا جاتا ہے۔ کوئی انسان مکمل نہیں اور نہ کسی انسانی کام کو تکمیل حاصل ہے۔ تکمیل صرف اللہ تعالےٰ کے لئے ہی ہے۔ اگر کسی انسان کو مکمل سمجھا جاتا ہے۔ تو وُہ بھی نسبتی تکمیل ہے۔ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کامل انسان سمجھتے ہیں۔ گو یا یہ کہتے ہیں کہ آپ کی روحانی ترقی اب جاری نہیں۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے۔ تو وُہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتک کرتا ہے۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ کی رُوحانی ترقی جاری ہے۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ آپؐ کے مکمل ہونے کا یہ مطلب ہے۔ کہ تمام انسانوں سے آپؐ مکمل ہیں۔ نہ یہ کہ آپؐ میں ترقی کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہم ہر روز اللّٰھم صل علےٰ محمدٍ کہتے ہیں۔ اگر سب کچھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مل چکا ہے۔ تو پھر یہ کہنے کے کیا معنی۔ اس کا مطلب تو یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے خزانے وسیع ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ترقی بھی ہمیشہ ہوتی رہے گی۔

مسلمان اسلامی انگریزی اخبارات کے متعلق یہی کہتے رہتے ہیں۔ کہ ان میں سٹیٹسمین کی سی خوبیاں نہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے۔ کہ ابتدا میں ایسی خوبیاں کس طرح پیدا کی جا سکتی ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر سٹیٹسمین میں خوبیاں ہیں۔ تو اُسے بھی خریدو۔ لیکن کم از کم ایک مسلمان اخبار بھی ضرور خریدو۔ میں چودہ پندرہ اخبارات خریدتا ہوں۔ اگر میں ایک ہی اخبار خریدتا۔ تو بھی ایسٹرن ٹائمز یا کوئی اور اسلامی پرچہ ضرور خریدتا۔ خواہ اس کے پڑھنے میں کتنی ہی تکلیف ہوتی۔ جو صاحب ایک ہی اخبار خرید سکتے ہیں انہیں میں کہتا ہوں۔ ایسٹرن ٹائمز خریدیں۔ خریداروں کے بڑھنے سے ہی اخبار ترقی کر سکتے ہیں۔ اور مکمل بن سکتے ہیں۔

## چھٹی سفارش

ایک سفارش میں یہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کشمیر کے متعلق منشی محمد دین صاحب ایڈیٹر کشمیری اخبار لاہور نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں عمدہ عمدہ کتابیں بھی ہیں۔ کشمیر کے متعلق حالات معلوم کرنے والے اصحاب وُہ کتابیں خریدیں۔

## ساتویں سفارش

ایک ضروری سفارش میں یہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ منشی احمد دین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرانے صحابی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف جو مقدمات مخالفین نے دائر کئے تھے۔ ان کے دوران میں بڑی خدمت کرتے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ان سے انس تھا۔ وُہ آجکل بیکار ہیں۔ ان کی آنکھوں میں نقص پیدا ہو گیا ہے۔ اور ان کا کوئی ذریعہ معاش نہیں۔ ان کو کتابوں کا عشق رہا ہے۔ اور انہوں نے سلسلہ کی اور دوسری [illegible] مالیت کے قریب کی کتابیں جمع کی ہوئی ہیں۔ بیسیوں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی شائع شدہ آپ کی تصانیف [illegible] کرنے کا شوق ہو۔ جن کو خدا تعالےٰ توفیق دے۔ اور وُہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت کی شائع شدہ کتب کی قدر جانتے ہوں۔ وُہ خرید سکتے ہیں۔ دو ہزار [illegible] اگر تھوڑی تھوڑی بکتی رہیں۔ تو ان کا گزارہ ہو سکتا ہے۔ مفتی محمد صادق صاحب کے [illegible] ان کتب کی فہرست ہے۔ دوست ان سے معلوم کر سکتے ہیں۔

## آٹھویں سفارش

# ہستی باری تعالےٰ

مندرجہ بالا عنوان پر جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے ۲۶ دسمبر جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حسب ذیل تقریر فرمائی۔ (ایڈیٹر)

## مضمون کی اہمیت

ہستی باری تعالےٰ کا مضمون نہایت ہی اہم مضمون ہے۔ تمام مذاہب کا مرکزی نکتہ ہستی باری تعالےٰ ہی ہے۔ اگر اس ہستی کے متعلق شبہ پڑ جائے۔ تو گویا مذہب میں شبہ پڑ جاتا ہے۔ اور اگر مذہب میں شبہ پڑ جائے۔ تو انسان کی امتیازی ترقی یعنی ان معنوں میں ترقی کہ وہ کائنات کی حقیقت کو پہچانے اور اپنے اعمال کو اپنی پیدائش کے صحیح منشاء کے مطابق ڈھالے رک جائے۔

## مذہب اور عام علم میں فرق

دراصل مذہب اور باقی علوم میں یہ فرق یہی ہے۔ کہ مذہب اپنے علم کی بنیاد مشہود و محسوس دنیا پر نہیں رکھتا۔ بلکہ براہ راست ایک بالا ہستی کے کلام پر رکھتا ہے۔ اگر مذہب کو یہ امتیاز حاصل نہیں۔ تو اسے کوئی بھی امتیاز حاصل نہیں۔ گویا باقی طبعی علوم سے الگ اس کی کوئی ہستی ہی نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کوئی نہیں۔ تو پھر وہ تمام اعمال اور تمدن اور روحانی مجاہدات جن کی تلقین مذہب کرتا ہے۔ ہمیں چھوڑنے پڑیں گے اور طبعی علوم سے استدلال کر کے انسانی زندگی کے لئے کوئی دستور تجویز کرنا پڑے گا مگر یہ طریقہ فتنہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ طبعی علوم سے حاصل کیا ہوا کوئی دستور ایسا نہیں ہو سکتا۔ جس کے متعلق کہا جائے۔ کہ انسانوں کے کسی طبقہ نے اپنے فائدہ اور دوسروں کے نقصان کے لئے نہیں بنایا۔ بلکہ تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے بنایا ہے۔ بغیر خدا تعالیٰ جیسی ہستی کے بغیر انسان کے پوشیدہ اعمال کا بھی کوئی نگران نہ ہوگا اور دنیا سے امن اٹھ جائیگا۔ اگر انسان کا اپنا بنایا ہوا قانون ہو۔ تو اس کا یہی حال ہوگا۔ جو عام دنیاوی قانون کا ہوتا ہے۔ کہ لوگ ہوشیار وکیلوں سے مشورے کر کے اس کی زد سے اکثر بچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

## خدا کے متعلق عقیدہ میں کمزوری کا نتیجہ

یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ خدا کو ماننے کی یہ ایک دلیل ہے۔ کہ اس کے بغیر دنیا کا تمدن بگڑ جائے گا۔ کیونکہ خدا کے ماننے کی دلیل یہی ہے۔ کہ خدا ہے۔ اگر اس ایمان کے بغیر اخلاقی اور تمدنی برائیوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ تو اس کا صرف اسی قدر مطلب ہے۔ کہ یہ مسئلہ نہایت اہم ہے۔ موجودہ زمانہ میں اخلاق اور تمدن جو ایک مہیب شکل اختیار کر رہے ہیں۔ اور دنیا سے اہلی اقتصادی اور بین الاقوامی امن جو اٹھ رہا ہے۔ تو اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ کے متعلق کیا عوام اور کیا خواص کو انشراح نہیں رہا۔

جس طرح خدا تعالےٰ کے متعلق دلائل کی کوئی کمی نہیں۔ اسی طرح اس کے وجود کے متعلق وسوسوں کی بھی کوئی کمی نہیں۔ چنانچہ تاریخ فلسفہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جیسے جیسے فہم انسانی نے خدا تعالےٰ کے متعلق قیاس کے طور پر دلائل نکالے۔ ویسے ویسے اس نے ان دلائل کے متعلق وسوسے بھی تجویز کئے۔ اور اگر انسان کی دستگیری خود خدا تعالےٰ نہ کرتا۔ تو ایسے وسوسوں کا اتنا انبار ہے کہ خدا تعالےٰ کی ہستی کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے ایک مبہم سا مسئلہ بنا رہتا۔

## ایک دلیل

میں اس وقت ان دلائل کو پیش نہیں کروں گا۔ جو انسانی عقل نے ہستی باری تعالےٰ کے متعلق تجویز کئے ہیں۔ یا جو انسانی عقل کے لئے ایک مہیج یا محرک کے طور پر خود خدا تعالیٰ نے پیش کئے ہیں۔ اور نہ ہی ان اعتراضات پر جرح کروں گا۔ جو ان دلائل پر مختلف وسوسوں کی شکل میں کئے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک لمبا سلسلہ ہے۔ جو کبھی ختم نہ ہونے والا ہے۔ میں صرف ایک دلیل پیش کروں گا جو عام عقلی دلائل سے کسی قدر ممتاز ہے۔ اور جو زمانہ حاضرہ کے علمی مذاق کے مطابق ہے۔ اور جس کے بیان کرنے سے ان وسوسوں کا ازالہ ہو جائیگا۔ جو خاص اس زمانہ کے لوگوں نے تراشے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے اکثر لوگ خدا تعالےٰ کی ہستی کے بارے میں ایک تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ صرف ایک ہی دلیل کے لئے وقت ہو گا۔ ہاں اگر ہو سکا۔ تو بعض اور ایسے اعتراضات کا ذکر بھی کروں گا۔ جو فی زمانہ مختلف صورتوں میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ اور جن پر جرح ہستی باری تعالےٰ کا عقیدہ رکھنے والوں کی طرف سے لازمی ہے۔

## دلیل شہادت

وہ دلیل کیا ہے؟ وہ دلیل شہادت ہے۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل نہ صرف پرانے دلائل کو صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق ملی ہے۔ بلکہ نئے دلائل کا ایک ذخیرہ بھی ملا ہے۔ ان تمام دلائل میں سے دلیل شہادت کو ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ کیونکہ فطرت انسانی سے اس دلیل کا ایک خاص تعلق ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایمان دراصل اعتبار کا رنگ رکھتا ہے۔

## جماعت احمدیہ کا امتیاز

ہم کہتے ہیں جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے۔ تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ کہ ہمیں آپ کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتبار ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ اور ہماری اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ گویا ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک معتبر گواہ سمجھا ہے۔ اور ان کی گواہی کی بنا پر اپنے عقائد کی اصلاح کی ہے۔ اگر کچھ غلط عقائد تھے۔ تو ان کی تصحیح کر لی ہے۔ اگر کچھ عقائد ایسے تھے۔ جو ہم کھو چکے تھے۔ یا جو کمزور ہو چکے تھے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تازہ گواہی سے ان کو از سر نو زندہ کر دیا ہے۔ یا ان کو یقین کے اعلیٰ درجہ تک پہنچا دیا ہے ہستی باری تعالےٰ انہی عقائد میں سے ایک عقیدہ ہے۔ ہماری جماعت اور دوسری اقوام میں۔ بلکہ ہم میں اور باقی تمام دنیا میں یہی بڑا فرق ہے۔ کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے متعلق کھوئے ہوئے یقین کو پھر حاصل کر لیا ہے۔ لیکن باقی دنیا ابھی تاریکی میں ہے۔ اگر ان کی عبادات میں یا ان کی گفتگو میں خدا تعالےٰ کی ہستی کا اقرار پایا جاتا ہے۔ تو وہ صرف رسمی ہے۔ یا محض تمدن کا ایک جزو بن گیا ہے۔ اور صرف زبانی اقرار ہے۔ ورنہ دلوں پر اس اقرار کی کوئی گرفت نہیں۔

میں پوچھتا ہوں۔ یہ امتیاز ہم میں اور دوسروں میں کیوں ہے؟ اسی وجہ سے کہ دنیا میں خدا کی ہستی کے متعلق ایک تازہ گواہ آیا۔ جس کی گواہی کو ہم نے قبول کیا۔ اور تاریکی سے نکل کر روشنی میں آ گئے اوہام کی دلدل سے آزاد ہو کر یقین کی پختہ سڑک پر گامزن ہو گئے۔ ہم میں سے اکثر ہوں گے۔ جن کا احمدی ہونے سے پہلے خدا تعالےٰ کے متعلق عقیدہ ایک خام عقیدہ تھا۔ یا جو اگر احمدی نہ ہوتے۔ تو ہرگز اس درجہ یقین کو نہ پہنچتے۔ جس پر احمدی ہونے کی حالت میں پہنچے ہیں۔ پھر ہم میں سے اکثر ہوں گے۔ جنہوں نے خدا تعالےٰ کے متعلق معروف عقلی دلائل پر کبھی کان تک نہ دھرا ہوگا۔ باوجود اس کے ہمارا خدا تعالےٰ کی ہستی پر ایمان ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ ہم نے عام عقلی دلائل کی بجائے ایک اصل بات کو پکڑ لیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام راستباز ہیں۔ انہوں نے جو بھی گواہی دی ہے۔ محض بنی نوع انسان کی خیر خواہی کے لئے دی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہا ہے۔ کہ خدا ہے۔ اور مجھ سے اس نے کمال مہربانی سے کلام کیا۔ اس واسطے ہم خدا تعالیٰ پر ایمان لائے۔ یا اگر پہلے ہمارا ایمان کمزوری کی حالت میں رہا۔ تو اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گواہی کے بعد وہ ایک مضبوط چٹان کی طرح ہو گیا ہے۔ پس دلیل شہادت ایک زبردست دلیل ہے۔ اور بخلاف دوسری معروف عقلی دلائل کے یہ دلیل ایسی ہے۔ کہ اس کی دلوں پر گرفت ہے۔ اگر ایسے دوست جو خدا کے متعلق مختلف وسوسوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اس دلیل پر توجہ کریں گے۔ تو مجھے امید ہے۔ کہ وہ ضرور حقیقت کو پالیں گے

## شہادت پر ایمان

دہ دلیل یہ ہے کہ دنیا میں شاید بہت ہی کم ایسی چیزیں ہونگی۔ جن کے متعلق ہمیں براہ راست علم ہو۔ ہم دو ایمان رکھتے ہیں تو دوسروں کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتبار کرکے۔ گذشتہ زمانوں کے واقعات پر ایمان رکھتے ہیں تو تواتر کی گواہی پر اعتبار کرکے اور دنیا کے باقی حصوں کے متعلق جو کچھ کتابوں میں لکھا ہے اس کو مانتے ہیں۔ تو دوسروں کی گواہی کی بناء پر غرضیکہ شاید اگر ہم سو مانتے ہیں۔ تو بمشکل ان میں سے ایک کا علم ہمیں براہ راست ہوگا۔ باقی ننانوے کا علم اور ان پر ایمان ہمارا اس بناء پر ہوگا کہ دوسروں نے ان کے متعلق گواہی دی اور ان کی گواہی قابل اعتبار ہے۔

عام باتیں جو عام لوگ شب و روز مانتے ہیں چھوڑ بھی دیں۔ تو خود اہل سائنس جن کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ تحقیق کا معیار جو ان لوگوں کا ہے۔ دوسروں کا نہیں۔ ان کا یہ حال ہے کہ ایک دوسرے کی معلوم کی ہوئی باتوں پر حصر کرتے ہیں۔ اور ان کو اس طرح مان لیا جاتا ہے۔ جیسے خود ان کا تجربہ کرلیا گیا ہے۔ فلکیات۔ طبیعات۔ کیمیا۔ نفسیات غرضیکہ ہر علم میں ایک دوسرے کی باتوں پر اعتبار کرلیا جاتا ہے۔ پھر نہ صرف ایسی باتوں پر اعتبار کیا جاتا ہے جن کو اگر ہم چاہیں تو پرکھ سکتے ہیں بلکہ ایسی باتوں پر بھی اعتبار کیا جاتا ہے جن کی پرکھ اگر ہم چاہیں بھی تو نہیں کرسکتے۔ مثلاً بایالوجی کی لیبارٹریوں میں خوردبینوں کے ذریعہ اکتشافات کئے جاتے ہیں اور خوردبینوں سے جو کچھ دیکھا جاتا ہے۔ اس پر سائنس کے نظریوں کی بنیاد ڈالی جاتی ہے۔ لیکن خوردبینوں کے ذریعہ باریک باتوں کا دیکھنا ہر شخص کا کام نہیں۔ یہ بہت سی محنت اور تجربہ کو چاہتا ہے۔ چنانچہ جن لیبارٹریوں میں بایالوجی کی ریسرچ ہوتی ہے ان میں بعض ماہرین اس غرض کے لئے رکھے جاتے ہیں کہ وہ سلائیڈوں کو خوردبینوں کے نیچے رکھ کر دیکھیں کہ ان میں کیا نظر آتا ہے پھر جو کچھ وہ بتلاتے ہیں اس پر سائنس کے بڑے بڑے نظریوں کی بنیاد ڈالی جاتی ہے اور کوئی شخص حتی الامکان ان کی بتائی ہوئی بات میں کلام نہیں کرتا

## نبیوں کی شہادت

اسی مثال کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ نبیوں کی ایک جماعت ہے جو تاریخی حیثیت رکھتی ہے اور جن کی گواہی تواتر سے ہم تک پہنچی ہے اور جنہوں نے متحد ہوکر اس بات کی گواہی دی ہے کہ خدا موجود ہے۔ اس نے ہم سے کلام کیا ہے ہم نے اس کا کلام سنا۔ اس نے ہم سے یہ معاملہ کیا اور ہم سے اور اپنے دوسرے بندوں سے یہ چاہا پھر ہم کیسے ان کی گواہی کو رد کرسکتے ہیں کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ان کی گواہی قابل قبول نہیں اور کس حیلہ سے ہم ان کی بتائی بات کے ماننے سے انکار کرسکتے ہیں۔ ہم کو ایسی گواہی سے انکار کی تاب نہیں سوائے اس کے کہ کوئی بے ہودہ بہانہ تلاش کریں۔ انبیاء کے حالات پر غور کرنے سے اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات زندگی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے منکرین بھی درحقیقت ان کی صداقت سے متاثر ہوچکے ہوتے ہیں۔ صرف حیلے ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں۔ تاکہ ان کی باتوں کو مان کر اپنی سوشل پوزیشن کو کھو نہ بیٹھیں یا ان کی بتائی ہوئی باتوں کے تحت میں جو ذمہ واریاں عاید ہونگی ان سے بچ سکیں۔

## منکرین انبیاء کے دو حیلے

نبیوں کی صداقت سے انکار کے لئے دو ہی حیلے بنائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ گویا وہ جھوٹے ہیں۔ دوسرے یہ کہ گویا وہ فاتر العقل یا فاتر الدماغ ہیں جھوٹے تو نہیں لیکن ان کے دماغ میں یا اعصاب میں یا ان کے ذہنی قوائے میں کوئی ایسا نقص ہوتا ہے کہ وہ خواہ مخواہ طبعی امور کو ایک بالا ہستی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ایسی آوازوں کو جو دراصل ان کے اپنے بیمار نفس کا آئینہ ہوتی ہیں۔ خدا کی طرف سے آئی ہوئی سمجھ بیٹھتے ہیں۔ ان دو باتوں میں سے اگر ایک بھی صحیح ہو۔ تو واقعی انبیاء کی گواہی گواہی نہیں رہ سکتی بلکہ وہ یا تو افتراء ہوجاتی ہے۔ یا پھر وہ ایک بیماری بن جاتی ہے۔

## افتراء کا اتہام

فی زمانہ علمی مذاق کے لوگ انبیاء کے حالات سے اس قدر متاثر ہوگئے ہیں کہ وہ ان کو جھوٹے تو نہیں کہتے۔ اور کہیں بھی کیونکر جبکہ دنیا میں ساری سچائی سارے سچ بولنے والے اور سارے اخلاص سے معاملہ کرنے والے درحقیقت پیدا ہی ان کی تاثیر سے ہوتے ہیں۔ پس انبیاء کو جھوٹے کہنے والے تو آج کل نظر نہیں آتے البتہ یہ فیشن ہوگیا ہے کہ ان کو بیمار کہا جائے گویا ان کی سچائی کا رعب اس قدر پڑ چکا ہے کہ جھوٹ کا الزام لگانے کی جرأت نہیں کی جاتی۔ مسلمان تو سب انبیاء کو مانتے ہیں بلکہ ایسے ماموروں کو بھی مانتے ہیں جن کے متعلق ثابت ہوجائے کہ ان میں ماموروں کی سی تاثیر تھی۔ گو ان کا ذکر قرآن میں نہ بھی آیا ہو۔ بعض کمینہ فطرت لوگ دوسرے مذاہب میں ایسے ہیں جو بعض انبیاء پر افتراء کا بیہودہ اتہام لگاتے ہیں لیکن یہ لوگ بھی روز بروز کم ہو رہے ہیں اور زمانہ آرہا ہے۔ جبکہ ایک بھی ایسا شخص نہیں رہیگا جو کسی سچے نبی کو جھوٹا کہے۔ قرآن نے تو اس اتہام کا فیصلہ کردیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا کہ اتنا عرصہ یہ تم میں رہے ہیں دن رات کے تم ان کے گواہ ہو اور خود ان کو امین مانتے رہے ہو اب جھٹ پٹ انہوں نے بغیر کسی غرض کے افتراء کرنا شروع کردیا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ مکہ کے قریب ایک پہاڑی پر چڑھ کر مکہ کے اردگرد دور دور تک دیکھا جاسکتا ہے اس پر کھڑے ہوکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو پکارا اور کہا کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ دشمن تم پر حملہ کرنے والا ہے اور کہ وہ قریب ہی ہے تو تم مان لوگے۔ معمولی بات تھی پہاڑی پر چڑھ کر وہ خود دیکھ سکتے تھے کہ آیا کوئی دشمن قریب ہے بھی یا نہیں۔ لیکن ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر اتنا یقین تھا۔ کہ وہ بغیر تحقیق کے آپ کی بات ماننے کو طیار تھے۔ لیکن جب آپ نے کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تو انہوں نے انکار کردیا۔

## حج کے موقعہ کی کانفرنس

گویا انکار بے معنی بات ہے۔ کوئی عقلمند ایسے آدمی کو جھوٹا نہ کہیگا۔ جو عمر بھر سچ بولتا رہا۔ اور آپ دن رات کہ دوسروں کی فکر میں گھل رہا ہو۔ مگر اس نے جھوٹ بولنا شروع کردیا ہو۔ اس پر دشمنوں کی مزید گواہی پیش کرتا ہوں۔ حج کے موقعہ پر جب لوگ مکہ آتے تو ان کو اسلام کی باتیں سننے کا موقعہ ملتا۔ اور اس طرح اسلام کا پیغام مکہ سے باہر پہنچنے لگا۔ کفار کو یہ خیال ہوا کہ اس طرح باوجود ہماری کوششوں کے اسلام پھیل جائیگا۔ اس کا کوئی بندوبست کرنا چاہیئے۔ انہوں نے ایک کانفرنس کی اور یہ سوچنے لگے کہ ایک بات پر متفق ہوجائیں تاکہ باہر سے جو حاجی آئیں۔ ان کو وہی بات بتائی جائے۔ اور اس طرح سے ان کو مسلمان ہونے سے روک لیں۔ کسی نے کہا۔ یہ کہو۔ کہ یہ مجنون ہے۔ کسی نے کہا۔ یہ جھوٹا ہے۔ جتنے مونہہ اتنی باتیں لیکن ایک بوڑھا بھی اس کانفرنس میں تھا۔ جو شدید مخالف تھا۔ اس نے کہا۔ وہ بات بناؤ جسے کوئی ماننے کے لئے تیار بھی ہو۔ اگر تم نے یہ کہا۔ کہ یہ جھوٹا ہے۔ یا مجنون ہے۔ تو کون ماننے لگا ہے۔ آخر وہ کوئی بات تجویز نہ کرسکے۔

## ابوسفیان کی گواہی

پھر ابوسفیان کی گواہی ہے۔ ہرقل نے اس سے پوچھا تھا۔ کہ وہ جو نبی ہونے کا مدعی ہے۔ اس نے کبھی جھوٹ بھی بولا۔ تو ابوسفیان نے جواب دیا۔ نہیں اب تک تو جھوٹ نہیں بولا۔ بعد میں ابوسفیان نے بتایا۔ میں نے اب تک بھی یونہی کہہ دیا تھا۔ تاکہ کچھ انکار کی گنجائش رکھ لی جائے۔

## حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مخالفین نے گواہی دی۔ محمد حسین بٹالوی نے گواہی دی۔ ملک کے پریس نے گواہی دی۔ اور اب زمانہ آپ کی صداقت کا قائل ہورہا ہے۔ اگرچہ ان پر ایمان نہ لانے کے لئے اور حیلے تراش رہا ہے۔

یہی اور انبیاء کا حال ہے۔ ہر نبی اپنے دعوے سے پہلے

ایک سحر دف شخصیت رکھتا ہے۔ گویا اس کے حالات ظاہر و باہر ہوتے ہیں۔ پس کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان کے حالات خفیہ ہیں یا ان کی صداقت کے امتحان کا موقعہ ان کی قوم کو نہیں ملا۔

ایسے قرائن کے موجود ہوتے ہوئے اگر کوئی ان کی صداقت کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ دراصل ایک ناکام حیلہ بناتا ہے۔ ورنہ اس کا دل صداقت کا منکر نہیں ہوتا۔

## دماغی نقص کا الزام

دوسرا حیلہ یہ رہ جاتا ہے۔ کہ نبیوں کے مشاہدات دماغی نقص کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ دراصل خارج میں کوئی ایسی ہستی نہیں۔ جس کی طرف وہ مشاہدات منسوب کئے جا سکیں۔

## دماغی نقص کی مثال

میں دماغی نقص کی ایک موٹی مثال لیتا ہوں۔ اس سے پتہ لگ جائیگا۔ کہ ایسے نقص کیوجہ سے جو وہم انسان میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان کی حقیقت کیا ہوتی ہے۔ کہتے ہیں۔ جن لوگوں کو بکثرت شراب پینے کی عادت ہوتی ہے۔ ان کو صبح اٹھتے وقت اپنے بستروں اور کمروں میں گلابی رنگ کے سانپ اور چوہے نظر آتے ہیں۔ اس میں کوئی تصنع اور بناوٹ ان کی طرف سے نہیں ہوتی۔ وہ ان چوہوں اور سانپوں کو دیکھ کر اچھلتے اور کودتے ہیں کیا کوئی صحیح الدماغ انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ نبیوں کی گواہی اس قسم کا وہم ہے؟ ہرگز نہیں۔ شرابی کو کیوں وہم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ وہ دیکھتا ہے۔ اس کے خارج میں کوئی آثار ہونے چاہئیں مثلاً اگر چوہے اور سانپ نظر نہ آسکیں۔ تو ان کی وجہ سے کمرے کی دوسری چیزوں میں ان کی حرکت کے آثار ہوں۔ یا ان کے چھو جانے کے آثار ہوں۔ چونکہ ایسا نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم حق بجانب ہوتے ہیں۔ اگر یہ کہیں۔ کہ شرابی کا محض وہم ہوتا ہے۔ حقیقت پر اس کی بنیاد نہیں ہوتی

## نبیوں کی کامیابی

لیکن نبیوں کی شہادت ایسے امور کے متعلق ہوتی ہے۔ کہ خارج میں بھی ان کے آثار پائے جاتے ہیں۔ مثلاً نبی کہتا ہے۔ کہ خدا عزیز ہے۔ یعنی وہ غالب ہے۔ لیکن وہ خود ایسا ہوتا ہے۔ کہ گویا جن کے کمزور اور نہ صرف کمزور بلکہ دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہوا۔ کھڑا کیا جاتا ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے۔ کہ میرا خدا غالب ہے۔ اور اس نے کہہ رکھا ہے۔ کہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز میں نے مقرر کر دیا ہے۔ کہ میں اور میرے رسول ہمیشہ غالب ہونگے کیا حضرت ابراہیمؑ نے حضرت موسیٰؑ نے حضرت عیسیٰؑ نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور پھر ہمارے زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ گواہی نہیں دی۔ کہ خدا عزیز ہے پھر کیا یہ سب کمزور نہ تھے۔ بلکہ دنیاوی لحاظ سے کمزور ترین انسانوں میں سے نہ تھے۔ پھر کیا حالات سب کے سب ان کے مخالف نہ تھے۔ پھر کیا انہوں نے اسی کمزوری اور بیکسی کی حالت میں یہ دعویٰ نہ کیا تھا۔ کہ ہمارا خدا غالب خدا ہے۔ اور اس نے کہہ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ہمیشہ غالب رہیں گے۔ پھر کیا ایسا ہی نہیں ہوتا رہا۔ اگر خارج میں ایسے آثار ظاہر نہ ہوتے۔ تو بے شک نبیوں کی شہادت مشتبہ رہتی۔ اور ہم یہی سمجھتے۔ کہ ان کے دعاوی محض اوہام ہی تھے۔ چنانچہ اب بھی پاگل خانوں میں چلے جاؤ۔ بلکہ پاگل خانوں سے باہر بھی ایسے لوگ پاؤ گے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ہم بادشاہ ہیں۔ یا ہم خدا کے فرستادہ ہیں۔ مگر ان میں چونکہ بادشاہوں والی باتیں یا نبیوں والی باتیں نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے ان کی باتوں کی طرف سوائے پاگلوں کے کوئی التفات نہیں کرتا۔

ہمیں بھی لوگ کہدیا کرتے ہیں۔ کہ فلاں شخص نے دعویٰ کیا ہے۔ اس کو بھی مان لو۔ ہم یہی کہتے ہیں۔ کہ اگر تمہاری ضمیر اسے سچا کہتی ہے۔ تو تم مان لو۔ دراصل وہمی اور حقیقی رویت الٰہی میں ایسا نمایاں فرق ہوتا ہے۔ کہ وہ خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے

## نبیوں پر غیب کا اظہار

پھر نبیوں کو خدا سے جس تعلق کا دعویٰ ہوتا ہے۔ اس کے لحاظ سے ضروری ہے۔ کہ ان پر غیب بھی کھلے۔ چنانچہ اس کلام میں جو وہ خدا کی طرف سے پیش کرتے ہیں۔ اکثر غیب کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور ایسے غیب کی جسکا اثر ایک قوم کی قوم پر یا ایک دنیا کی دنیا پر ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ملیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگ عظیم کے متعلق پیشگوئی فرمائی۔ اور ساری دنیا کی سراسیمگی کا نقشہ کھینچا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پس وہم اور حقیقت میں ایک بڑا فرق یہ ہے۔ کہ حقیقت کے آثار ہمیں نظر آجاتے ہیں وہم کے آثار نظر نہیں آتے۔

## تازہ شاہد

جب ہم نبیوں کی شہادت اس طور پر پیش کرتے ہیں اور اس میں پیش کردہ امور کا ثبوت خارج سے دیتے ہیں تو بہت سے نادان ایسے ہوتے ہیں جو پھر بھی بعض اعتراضات کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے تازہ گواہ کو بھیج کر نہ صرف یہ کہ سابقہ گواہی کو تازہ کر دیا ہے۔ بلکہ اس گواہی پر جو اعتراض پڑتے ہیں ان کے جواب بھی سکھلا دئے ہیں۔

## ایک نبی اور سائنس دان کی گواہی میں فرق

مثلاً ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ اگر نبیوں کی شہادت وہم نہیں۔ اور یہ شہادت گویا خوردبینوں میں سے دیکھنے والے ماہروں کی شہادت کے مشابہ ہوتی ہے تو کیا وجہ ہے۔ کہ ماہروں کی شہادت پر تو جھٹ اعتبار آجاتا ہے لیکن نبیوں کو بڑی چیخ و پکار کرنی پڑتی ہے۔ پھر بھی ان کی باتوں پر تھوڑے لوگ یقین لاتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ماہر سائنس دان کی گواہی اور ایک نبی کی گواہی میں فرق تو ضرور ہے لیکن یہ فرق گواہی کی نوعیت میں نہیں بلکہ ہماری عادات کا فرق ہے۔ اور ان امور کا فرق ہے جن کے متعلق وہ دونوں گروہ گواہی دیتے ہیں۔ مثلاً سائنس میں جن امور کے متعلق گواہی دی جاتی ہے۔ وہ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ہر شخص کے پاس وہ سامان اور وہ ذرائع نہیں ہوتے۔ کہ خود مشاہدہ کر سکے یا خود کچھ معلوم کر سکے۔ سائنس میں ہم بری طرح ایک دوسرے کے دست نگر ہوتے ہیں۔ اور ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لئے دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں۔ کسی لیبارٹری میں دیکھ لو۔ شروع سے لے کر آخیر تک دوسروں کی دی ہوئی اور انہی کی بنائی ہوئی چیزوں سے کام کر رہے ہوتے ہیں۔ کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ کہ یہ آلات خراب ہوں یا دانستہ یا نادانستہ ان میں کچھ ایسے نقص رہ گئے ہوں۔ جو ہمارے مشاہدات کو خراب کر دیں۔ صرف اس وجہ سے کہ مسائل کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ دوسروں پر اعتبار کئے بغیر آگے ہی نہیں چل سکتے۔ اس وجہ سے عادت ہم میں راسخ ہو جاتی ہے۔ اور اگر ذرا اعتبار کی گنجائش ہو تو اعتبار کر لیتے ہیں۔ بلکہ بعض غلط باتوں کو بھی مضحکہ خیز شہرت کے ساتھ مانتے ہیں۔ جن کی غلطی کا اکثر پتہ بعد میں لگتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں مذہبی امور جن کے متعلق کہ نبی گواہی دیتے ہیں۔ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ہر شخص سمجھتا ہے۔ وہ ان کے متعلق غور و فکر کر سکتا ہے۔ آلات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نہ ہی دوسروں کے مشاہدات کی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے دوسروں پر اعتبار کی ویسی عادت نہیں ہوتی۔ جیسی کہ سائنس میں ہوتی ہے۔

پھر ایک یہ فرق بھی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے متعلق غور سے انسان گھبراتا ہے۔ کیونکہ وہ دل میں یہ ڈر رکھتا ہے۔ کہ اگر یہ بات سچی نکلی۔ تو میں ذمہ داریوں کے نیچے آ جاؤں گا۔ ہمارے زمانہ میں بہت لوگ سلسلہ احمدیہ کی طرف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ ڈرتے ہیں۔ کہ اگر یہ دعاوی سچے نکلے۔ تو ہمیں نمازیں پڑھنی پڑیں گی۔ چندے دینے پڑیں گے۔ اوقات کی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ مگر سائنس دانوں کی باتیں ماننے میں اس قسم کا کوئی حرج نہیں۔ کوئی عملی ذمہ داری نہیں۔

پس معلوم ہوا۔ کہ خوردبینوں والے ماہروں کی گواہی اور نبیوں کی گواہی میں نوعیت کا کوئی فرق نہیں۔ دونوں گواہیاں ایک ہی طرح سے قابل وثوق ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ایک کو ماننے اور اس کی طرف توجہ کرنے کی ہمیں عادت پڑی ہوئی ہے۔ مگر دوسری کو ماننے اور اس کی طرف توجہ دینے کی عادت نہیں۔ اور کچھ عملی ذمہ داریوں سے گھبرانے کیوجہ سے بھی میلان کم ہوتا ہے۔ گویا ایک گواہی میں ماننے اور اعتبار کی عادت ہے دوسری میں اڑنے اور آزادی کی عادت ہے۔ ایک کے ماننے میں کوئی عملی ذمہ داری نہیں دوسری میں عملی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ؏

## اتفاقیہ کامیابی

دوسرا اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ بے شک نبی کامیاب ہوتے ہیں۔ اور غیر معمولی حالات میں کامیاب ہوتے ہیں۔ بے شک ان کے کلام میں غیب کی باتیں بھی ہوتی ہیں۔ لیکن کیا یہ باتیں اتفاقی نہیں ہو سکتیں کیا کبھی دہم کامیاب نہیں ہو جاتا اور کیا کبھی اتفاق سے کہی ہوئی باتیں درست نہیں نکلا کرتیں۔ ایسا اعتراض پیش کرنے والے نپولین کی مثال پیش کر کے کہتے ہیں۔ دیکھو نپولین ایک کمزور نحیف الجثہ لڑکا تھا اور ملٹری سکول میں جہاں وہ تعلیم پاتا تھا۔ نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کو شروع سے ہی خیال ہو گیا تھا کہ میں کامیاب ہونگا۔ اور ایک بہت بڑا جرنیل بنوں گا۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح جون آف آرک کی مثال ہے۔ قرون وسطیٰ میں جب انگلستان فرانس پر قابض تھا اور ایک خاص مقام کو حاصل کئے ہوئے تھا۔ جس پر فرانسیسی بہت کڑھتے تھے اور فرانس کا بادشاہ مجنونانہ طور پر بھاگا بھاگا پھرتا تھا ایک دہقانی لڑکی اٹھی اور اس نے اعلان کیا مجھے خدا نے کھڑا کیا ہے اور میں نے پرانے عیسائی بزرگوں کی آوازیں سنی ہیں انہوں نے مجھ سے کہا ہے۔ کہ تو تلوار لے کر دشمن کے مقابلہ میں نکل۔ اور مجھے یقین ہے کہ میں کامیاب ہو جاؤنگی۔ چنانچہ لکھا ہے جب بڑے بڑے جرنیل اسے مشورے دیتے تو وہ دھتکار دیتی اور کہتی یوں نہیں یوں ہونا چاہیئے۔ پھر جون آف آرک بھی کامیاب ہوئی۔ مسٹر گاندھی کے متعلق بھی بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ دیکھو کتنی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کہ سیاسی لیڈروں کی کامیابی یا ان کے دعووں کو نبیوں کے مقابلہ میں نہیں رکھا جا سکتا کیونکہ سیاسی لیڈروں کا کام اپنی قوم کی مرضی کے خلاف نہیں بلکہ عین ان کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے ملک کی حالت ایسی ہو چکی ہوتی ہے کہ انتظار ہوتی ہے کوئی اٹھے اور لیڈر بن جائے قوم پہلے سے ہی ایک عزم کر چکی ہوتی ہے اور حالات اس عزم کی کامیابی کے لئے طیار ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور جب وہ اٹھتے ہیں تو اپنے آپ کو ادھر جاتے ہوئے پاتے ہیں جدھر خود قوم جا رہی ہو۔ نپولین جس زمانہ میں اٹھا فرانس کی حالت ایسی ہی تھی۔ اسی طرح جون آف آرک کے زمانہ میں بھی ملک کی حالت ایسی ہی تھی۔ مسٹر گاندھی کے زمانہ میں بھی ملک کی سیاسی بیداری کی حالت ایسی ہے کہ مسٹر گاندھی اگر نہ بھی ہوتے جب بھی یہ بیداری یہ نتائج پیدا کر کے رہتی۔

لیکن نبیوں کے حالات اور ہوتے ہیں۔ وہ آکر ایسی باتیں پیش کرتے ہیں۔ جن کو قبول کرنے کے لئے ان کی قوم طیار نہیں ہوتی اگر قوم مشرق کو جاتی ہے تو وہ ان کو مغرب کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں یہی ہوا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوا۔ یہاں تک کہ اب جبکہ مسلمان دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کی سیاست کو احمدیوں نے سنبھال لیا ہے پھر بھی سلسلہ میں داخل ہونے سے احتراز کرتے ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ جو تعلیم اس زمانہ کے مامور نے پیش کی ہے۔ وہ لوگوں کی مرضی اور خواہشات کے بالکل مخالف ہے بلکہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے مسلمان لیڈر جو سیاسی رنگ میں بظاہر ہم سے تعاون کرتے ہیں۔ دل سے ہمارے دشمن ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمارا بڑھتا ہوا اقتدار رک جائے۔

پس سیاسی لیڈروں کی کامیابی کا سہرا ان کی قوم کے سر ہوتا ہے۔ لیکن نبیوں کی کامیابی کا سہرا خود نبیوں کے سر ہو نہ کہ ان کی قوم کے سر پر۔

## غیب کی باتیں اتفاقی نہیں ہوتیں

اگر غیب کی باتوں کو اتفاق پر محمول کیا جائے تو ہم کہیں گے کہ یہ عجیب اتفاق ہے جو اس قدر کثرت سے ظہور میں آتا ہے پھر یہی نہیں کہ اس میں کثرت پائی جاتی ہے۔ اس میں ایک نظام بھی پایا جاتا ہے۔ نہ صرف ایک نبی کی پیشگوئیوں میں نظام ہوتا ہے بلکہ تمام انبیاء کی پیشگوئیوں کو جمع کیا جائے۔ تو ایک الگ نظام بن جاتا ہے اور ان پیشگوئیوں کو جمع کرنے سے ہی دنیا کی تاریخ لکھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ایک نبی نے اپنے بعد کے آنے والوں کے متعلق پیشگوئی کی اور بعد میں آنے والوں نے اپنے سے پہلوں کی تصدیق کی۔ پس یہ محض اتفاق نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت پیشگوئی تورات میں موجود ہو اور پھر حرف بحرف پوری ہو۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کی نسبت پیشگوئیاں نہ صرف تورات انجیل۔ قرآن و احادیث میں ہوں بلکہ باقی آسمانی کتب میں بھی ہوں۔ یہ عجیب اتفاق ہے جو اتنا وسیع نظام اپنے اندر رکھتا ہے۔

## خاص انسانی طاقت

تیسرا اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ بے شک نبی کامیاب بھی ہوتے ہیں اور غیب بھی ان کو ملتا ہے اور بے شک یہ سب کچھ اتفاق سے نہیں ہوتا بلکہ ان میں بعض قدرتی طاقتیں ایسی ہوتی ہیں جو ان میں بہت زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ ان کو کام میں لا کر کامیابی کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ اور غیب بھی معلوم کر لیتے ہیں اگر یہ اعتراض صحیح ہو۔ تو پھر نبیوں کی شہادت سے خدا تعالیٰ کی ہستی ثابت نہ ہو گی۔ بلکہ صرف یہ ثابت ہو گا کہ انسان میں بعض ایسی عجیب و غریب طاقتیں بھی ہیں۔ جن کا پتہ عام طور پر ہمیں نہیں اور جن کا پتہ نبیوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے ہی لگ سکتا ہے۔

پھر جو لوگ یہی کہتے ہیں۔ اور سائیکو ایلسٹ بھی یہی کہتے ہیں کہ کئی طرح سے اس بات کو پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن ماحصل یہی ہے۔ کہ الہام خدا کی طرف سے نہیں۔ بلکہ نبی کی اپنی مخفی طاقتوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس میں جو آئندہ کی خبر پائی جاتی ہے۔ وہ اس طاقت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جو ایسے انسانوں کو دی جاتی ہے۔

## خدائی اقتدار

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر یہ صرف مستقبل کو دیکھنے کی طاقت ہی ہو۔ تو اس کے نتیجہ میں صرف غیب معلوم ہو جانا چاہیئے۔ مستقبل کو بدلنے کی قدرت اس میں نہ ہونی چاہیئے۔ لیکن نبیوں کے کلام میں ایسا اقتدار پایا جاتا ہے۔ جو سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً نبیوں کو صرف یہی نہیں بتایا جاتا کہ یوں ہو گا۔ بلکہ یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ اگر زید یوں کرے گا۔ تو یہ ہو گا اور یوں کرے گا۔ تو یہ ہو گا۔ انہی نشانوں کو اقتداری نشان کہا جاتا ہے۔ اور یہ نشان سوائے خدا کے ماموروں کو کسی کو نہیں ملتے

دوسرا جواب اس کا یہ ہے۔ کہ اگر نبیوں کا غیب اور مستقبل پر اطلاع پا جانا کسی انسانی طاقت کا ہی مظاہرہ ہو۔ تو اس میں بڑھاپے کے ساتھ ضعف آ جانا چاہیئے۔ مثلاً جو [illegible] ہوتے ہیں وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان سے کچھ نہیں بنتا۔ یا نجومیوں کی طاقتوں میں بھی ضعف آ جاتا ہے۔ برعکس نبیوں کے بڑھاپے میں اور بھی زور ہوتا ہے اور کثرت سے الہام ہوتے ہیں اور زیادہ صاف ہوتے ہیں۔ ہر طبعی طاقت پر بڑھاپے کا اثر ہوتا ہے لیکن نبیوں پر نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ یہ طاقت قدرت کے ماتحت نہیں بلکہ شریعت کے ماتحت ہوتی

## رباعیات

(۱) جنہیں سنتے تھے کل۔ موعود۔ موعود
انہیں اب کہتے ہیں۔ موجود۔ موجود
حسن وہ کون ہیں؟ معلوم بھی ہے؟
یہی فضلِ عمر۔ محمود۔ محمود

(۲) بزم احمد میں مہاجر بھی ہیں انصار بھی ہیں
رہ مولےٰ میں فدا ہونے کو تیار بھی ہیں
غوث و اقطاب پہ ابدال پہ موقوف نہیں
کچھ حسن جیسے گنہگار۔ سیہ کار بھی ہیں
حسن رہتاسی

# کہ جتنے زنگ مخفی ہیں محبت سب کی صیقل ہے

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن کی نظم جو سالانہ جلسہ پر پڑھی گئی

کلیجہ ہے کہ آتش ہے۔ یہ آنکھیں ہیں کہ بادل ہے
نہ اِس پہلو مجھے کل ہے۔ نہ اُس پہلو مجھے کل ہے

گریباں چاک کر ڈالا۔ اسی جوشِ محبت میں
ہزاروں حرکتیں ایسی کہ گویا عقل مختل ہے

طوافِ قصرِ جاناں میں کبھی کٹتی تھیں یہ راتیں
ہر اک زینے پہ اک سجدہ۔ کہ یہ دلبر کی ہیکل ہے

ہنسا کرتے تھے سن کر عشق کے رستے کی سختی ہم
مگر جب خود چلے دیکھا کہ سرتا سر ہی دلدل ہے

بجائے نیند برسوں سے مقدر میں ہے بے خوابی
عجب بستر ہے کانٹوں کا۔ کہ جو چھونے میں مخمل ہے

کسے دیکھیں۔ کہاں دیکھیں۔ جدھر دیکھا وہی وہ ہے
جو ظاہر ہے۔ جو باطن ہے۔ جو آخر ہے۔ جو اوّل ہے

ہم اُس سے ہیں۔ وہ ہم میں ہے جدائی ہو نہیں سکتی
نظر آئی دوئی جس کو۔ وہ خود نا اہل و احول ہے

غبارِ خاکِ پائے شہسوارِ عشق ہیں ہم بھی (احمدی)
ہماری گرد کو بھی پا نہیں سکتا جو پیدل ہے

یہ ہے پیغام مالک کا۔ کوئی سالک کو پہنچا دے
کہ میرے غیر سے لذت تجھے زہرِ ہلاہل ہے

کہاں تک در پئے راحت۔ طلب کر منبعِ راحت
کہ جس کو مل گیا وہ۔ اس کو جنگل میں ہی منگل ہے

یہ جان و مال اور عزت اُنہی قدموں میں جا ڈالو
سوالِ وصلِ جاناں کا مرے پیارو یہی حل ہے

نہیں کچھ۔ چند روزہ ہائے وہو کی قدر اُن کے ہاں
پسند اُن کو وہ اُلفت ہے۔ جو دائم ہے مسلسل ہے

نہ ہو توفیق کرنے کی۔ تو دل میں تو ارادہ ہو
کہ نیّت نیک مومن کی عمل سے اسکے افضل ہے

زبورِ عشق میں آیت عجب یہ اک نظر آئی (تہجد)
کہ شب بھر سو کے لافِ عشق جو مارے وہ پاگل ہے

اَلَسْتُ اور بلیٰ کے دن ہوا تھا عہد جو باہم
نہ ہو اعلان گر اُس کا۔ تو ایماں نا مکمّل ہے

توجہ ہو۔ تضرع ہو۔ تذلّل ہو۔ تبتّل ہو
نمازِ عشق اِن ارکان سے ہوتی مکمّل ہے

زکوٰۃِ مال سے گر تزکیہ حاصل نہ ہو دل کا
تو گویا دیکے سونے کو۔ لیا بدلے میں پیتل ہے

نہ دیں وہ دادِ روزے کی۔ اگر اَلصَّوْمُ لِیْ کہکر
تو انعامِ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ امیدِ مہمل ہے

نہ جانا صرف ظاہر پر اداے حج میں اے مسلم
کہ رازِ عشق ہر ہر رکن میں اس کے مقفل ہے

کبھی پھرتے ہیں کوچے میں کبھی چاروں طرف گھر کے
صفا مروہ کہ یہ چین ان کو نہ کعبے میں انہیں کل ہے

یہاں کیا کام دیوانوں کا بستی سے نکل جائیں
جو ہیں بیتاب مرنے کو۔ ٹھکانا ان کا جنگل ہے

کفن احرام۔ اور لبیک نعرہ ہے شہادت کا
حرم لیلےٰ کا محل ہے۔ منیٰ عاشق کا مقتل ہے

مبارکباد اے طالب۔ کہ ظلمتگاہِ عالم میں
حبیبِ یار رہبر ہے۔ کلامِ یار مشعل ہے

مشو مغموم از فکرِ صفائے باطن اے زاہد
کہ جتنے زنگ مخفی ہیں محبت سب کی صیقل ہے

# جناب قاضی سر عزیز الدین احمد صاحب کا مکتوب

جناب قاضی سر عزیز الدین احمد صاحب دیوان دتیا کی طرف سے ہمیں حسب ذیل مکتوب برائے اشاعت موصول ہوا ہے ہم جناب موصوف کی وسیع الاخلاق اور رواداری کی تعریف کرتے ہوئے انہیں یقین دلاتے ہیں۔ کہ اخبار عادل کے الفاظ نے ہمارے دل میں کوئی بدگمانی اور شکایت پیدا نہیں کی تھی (ایڈیٹر)

میں اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔ کہ میری نظر آج اخبار "عادل" دہلی کے اس نوٹ پر پڑی جس میں قادیانی بھائیوں کی میری طرف سے بدگمانی کا تذکرہ تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ میں نے آج سے پہلے کسی اخبار میں اس کا تذکرہ نہیں دیکھا تھا۔ ورنہ فوراً ہی اظہار واقعات کر دیتا۔ میں ان مسلمانوں میں سے ہوں۔ جو فرقہ وارانہ مخالفت اور باہمی تنازعات کو ہمیشہ خطرناک سمجھتے ہیں مجھے شیعہ۔ سنی۔ وہابی۔ قادیانی سب یکساں عزیز ہیں۔ اور میں سب کو ایک ہی دائرہ اسلام کا جز سمجھتا ہوں۔ یہ سچ ہے۔ کہ میں قادیانیوں کی مسجد میں جو ووکنگ میں واقع ہے۔ بالاعلان نہیں گیا۔ اور گو اپنے جانے سے دو تین دن پہلے مکرمی نواب زادہ اقبال علی شاہ صاحب کے ذریعہ سے جانے کی تاریخ بھی مقرر کرائی تھی۔ اور برادران ووکنگ نے براہ اسلام نوازی اس بات کا ارادہ بھی فرمایا تھا۔ کہ مجھے باضابطہ طور پر ایک پارٹی دی جائے۔ لیکن اس دن بارش اور ناسازی طبیعت کی وجہ سے میں نہ جا سکا۔ مگر یہ سچ نہیں ہے۔ کہ میں نے مسجد ووکنگ کو نہیں دیکھا۔ حاشا وکلا میرا یہ مقصد نہ تھا۔ کہ میں اس عظیم الشان کام کی جو ووکنگ میں ہو رہا ہے۔ ناقدری کروں۔ اور جو جڑھ اسلام کی قادیانی بھائیوں نے انگلستان میں لگائی ہے اس کا اعتراف نہ کروں۔ جتنی مسلمان صورتیں انگریزوں میں دکھائی دے رہی ہیں۔ وہ سب اسی تحریک کا نتیجہ ہیں۔ میرا مطلب یہ ہرگز ہرگز نہ تھا۔ کہ میں خدانخواستہ قادیانی ہونے کی وجہ سے مسجد ووکنگ کو بنگاہ تحقیر دیکھوں۔ میں نے نسبتاً فرانس کی مسجد کی تعریف بیشک کی۔ اس سے میرا منشا یہ تھا۔ کہ مسلمانان ہند جو سلطنت برطانیہ کی رعایا ہیں۔ ان میں ایک جوش پیدا ہو۔ اور پایۂ تخت انگلستان میں ایک ایسی عالیشان مسجد بنائیں۔ جو دنیا کی سب سے بڑی مسلمان طاقت کے شایان شان ہو۔ میں نے اسی ضمن میں اعلیحضرت شہریار دکن حضور نظام عالی مقام کے عطیہ کا شکر گزاری سے تذکرہ کیا تھا۔ اور اسبات کی ضرورت ظاہر کی کہ جو کام شروع ہوا ہے۔ اس کی تکمیل کی جائے۔ اگر میری تحریر سے یا طرز عبارت سے برادران قادیانی کو کوئی شکایت پیدا ہوئی۔ یا کسی بدگمانی کا موقعہ ملا ہے۔ تو میں تہ دل سے معافی کا خواہاں ہوں۔ اور انہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں ہرگز ہرگز ان کی عالی شان خدمات کو شرا[illegible]